ایمان خالص

پہلی قسط

گھر کے چراغ

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون: 2850510 - 2854484

فہرست عنوانات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَا تِ اَعْمَا لِنَا مَنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَ شْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ – اَمَّا بَعْدُ!

گزشتہ اٹھارہ سال سے تمنا تھی کہ اللّٰہ تعالٰی وہ دن بھی لے آئے جب دُنیا والوں کے سامنے میں توحیدی اور اِتّحادی دین کا فرق واضح کردوں۔

اُس اکیلے مالک کی صَد ھزار مہربانیاں کہ اُس نے اِس کا موقع عنایت فرمایا، اب ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو شُکر وسپاس کا حق ادا کردے؟

ایک خط اور اس کا جواب

خط محترم عالم دین ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی   اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

جناب عالیٰ ۔ کراچی میں مسلم قوم کی بڑی اکثریت حضرت یوسف بنوری صاحب کو ملک کے بڑے عالموں میں شمار کرتی ہے اور میرے علم کے لحاظ سے وہ آپ کے بھی اُستاد ہیں ۔ اپنے ماہانہ رسالہ "**البینات**" ماہ اگست ۱۹۷۵ء کے شمارے میں انہوں نے اپنے والد کی وفات پر "**بصائر و عبر**" کے عنوان کے ماتحت اُن کے کمالات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کمالات کچھ ایسے عجیب وغریب ہیں کہ میں سخت خلجان میں پڑ گیا ہوں اور حیرت پر حیرت کا عالم طاری ہے۔ آپ کی خدمت میں اُس مضمون کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں اور اُمیدوار ہوں کہ آپ اس سارے مضمون کے مندرجات کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں گے کہ یہ سب کچھ آخر ہے کیا؟ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں حق کے علاوہ کچھ اور نہ لکھیے گا اور جواب دیتے وقت یاد رکھیے گا کہ: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ....

والسلام

جواب مکرمی ومحترمی   السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یاد فرمائی کا شکریہ۔ معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے حسبِ ارشاد جلد جواب نہ دے سکا آپ نے جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اُس کے بار کو شدّت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں۔ مزید براں کہ آپ نے از راہ عنایت مجھے اس بات سے بھی ہوشیار کر دیا ہے کہ کسی قسم کی لچک یا مُداہنت کا انجام اللہ کے یہاں کیا ہو سکتا ہے۔ اس یاددہانی کا بھی شکریہ۔

پہلے میں اس پورے مضمون کا فوٹو پیش کر رہا ہوں جو آپ نے مجھے بھیجا ہے اُس کے بعد اپنی حد تک قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جائزہ لوں گا۔ اللہ سے میری دُعا ہے کہ وہ مجھے صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بصائر و عبر

آہ میرے والد محترم! انا للہ وانا الیہ راجعون

رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد		من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ ۵ جون ۱۹۷۵ء **یوم الخمیس ما ء ادراک مایوم الخمیس** کی تاریخ میری زندگی کا دوسرا عظیم حادثہ ہے اس سترہ سالہ زندگی میں پہلا حادثہ کبریٰ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ ۳ صفر ۵۲ھ کا سانحۂ وفات تھا یہ دوسرا حادثہ کبریٰ میرے والد حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب کا وصال ہے۔ یوں تو زندگی میں بے شمار حوادث اور حوصلہ شکن واقعات، صبر آزما سوانح پیش آئے لیکن یہ دو عظیم حادثے بلا شبہ ایسے پیش آئے کہ صبر و شکیبائی جواب دے چکی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا حادثہ اس وقت پیش آیا کہ عالم شباب تھا برداشت کی طاقت تھی لیکن حضرت والد کے وصال کا یہ دردناک سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جوانی کی طاقتیں جواب دے چکی ہیں سیدہ فاطمہ مرحومہ کی جُدائی کے زخم مندمل نہ ہونے پائے تھے نیز اس دواڑھائی سال میں یکے بعد دیگرے مخلصین واحباب علماء وفضلاء کی رحلت رفیقۂ حیات کی جُدائی غرض مسلسل صدمات نے نڈھال کر دیا تھا۔ حقائق اور وجدانی کیفیات کے لئے الفاظ وتعبیرات کا دامن بہت تنگ ہوتا ہے۔ حقائق کی تعبیرات سے الفاظ ہمیشہ قاصر رہتے ہیں۔ اور پھر اس مبالغہ آمیز دنیا میں کسی حقیقت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا ہونا بیحد مشکل ہے۔

یوم الخمیس ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ دن کے پونے دس بجے چند روز کی شدید کرب و بے چینی کے بعد میرے والد محترم، میرے آقا، میرے آغا جی، میرے مربی، دنیا میں میرے ماویٰ، میرے ملجأ، دنیائے اسلام کا متاع گرانمایہ، جہانِ علم وعمل کے جوہر آبدار، علمِ ایمان وعرفان کی عظیم ترین شخصیت، اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی جس کے لئے مہینوں سے بیتاب تھے اور آخر چشم زدن میں عالم غیب کی طرف روح لطیف نے پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا وجود ہمارے لئے سایہ رحمت الٰہی تھا وہ حق تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت تھی، دعوات نیم شبی اور نالہ ہائے سحری کا ایک سرچشمہ تھا جو خشک ہو گیا ہمارے سکونِ قلب کا ذریعہ تھا جس سے ہم محروم ہو گئے، والد محترم کی وفات حسرت آیات صرف ایک والد کی مرثیہ خوانی نہیں بلکہ علم وعرفان کا مرثیہ ہے ایک صاحب کرامات وخوارق عارف باللہ کا ماتم ہے۔ ایک محقق

روزگار کا نوحہ ہے ایک فیلسوف عصر کا غم ہے. ایک اولوالعزم وجود کی جُدائی پر اظہارِ حزن ہے مجاہدات وریاضات میں مصروف رہنے والی عظیم شخصیت کا درد والم ہے ایک صاحب کمال معبرّ کا نوحہ ہے ایک باخدا صاحبِ مکارمِ اخلاق جود وسخا ہمت وشجاعت کا نالہ وشیون ہے ایک گوشہ نشین صوفی، صاحبِ صدق وصفا کی جدائی وفراق کا درد وغم ہے، ایک عاشق رسول کا درد واضطراب ہے اسرار کائنات کے دروئے راز وزاری ہے، گریہ الوہیت کے اسرار واقف، حقائق ومعارف کے عالم کی مرثیہ خوانی ہے، شریعت اسلامیہ کے یگانۂ روزگار فاضل کے لئے نالہ وفریاد ہے، طریقت وحقیقت کے واقف رموز کا حزن وغم ہے۔

والد ماجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا شفیقؒ بلخی، ابراہیمؒ ادھم بایزیدؒ بسطامی، سریؒ سقطی معروفؒ کرخی جنیدؒ بغدادی کے احوال ومواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی شاہانہ پرواز کی کس کو خبر؟ تقلیل کلام تقلیل منام تقلیل اختلاط مع الانام کے واقعات تو آپ سُن چکے ہوں گے لیکن اس مجاہد زمانہ کے احوال حیرت افزا کی دنیا کو کیا خبر؟ عنفوان شباب ہی میں تقلیل خوارک کی جب ریاضت شروع کی تو روزانہ صرف ایک مثقال خوراک یعنی ۳ 1/2 ماشے غذا پر سالہا سال زندگی بسر کی پندرہ دن میں بمشکل اجابت کی ضرورت پڑتی تھی رویائے صادقہ ومبشرات کا جب سلسلہ شروع ہوا تو سولہ سال کی عمر سے بیس سال تک سومرتبہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے شرف یابی ہوئی۔ اور ہر دفعہ زیارت مبارکہ میں ارشادت وہدایات تلقین اذکار ونصائح عالیہ سے سرفرازی ہوتی تھی ''اویسی'' نسبت کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ عقل حیران ہے۔ رویائے صادقہ اور مبشرات کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔ اذکار واشغال ومجاہدات کا اتنا غلبہ ہوا کہ عہد کیا کہ تمام زندگی اپنے پروردگار کی عبادت ومناجات میں گزاروں گا۔ آپ کے والد مرحوم سید میرؒ مزمل شاہ رحمہ اللہ کا تو وصال ہوگیا تھا والدہ مکرمہ حیات تھیں جن کا اصرار تھا کہ ازدواجی زندگی اختیار کریں لیکن عزم عبادت وطاعت کے منافی سمجھ کر انکار کرتے رہے یہاں تک کہ ایک خواب میں یہ حقیت واضح کردی گئی کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ عرش پر فلاں بی بی سے فلاں خاندان میں عقد نکاح باندھ رہے ہیں اس رویائے صالحہ کے بعد انکار ختم ہوگیا اور ازدواجی زندگی میں قدم رکھ ہی لیا اور اس رویائے صادقہ کی تعبیر اس طرح صادق آگئی، مرشد کامل کی تلاش وجستجو کے لئے جب استخارہ کیا تو خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اچھا تم ٹھرو میں حق تعالٰی شانہ سے پوچھ کر آتا ہوں چنانچہ یہ ساری حقیقت کا معائنہ خواب میں ہورہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں اور تشریف لاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالٰی فرمارہا ہے کہ جس شخصیت کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں صبر نہیں آئے گا جاؤ تلاش کرو چنانچہ

۱۹۰۶ء کے آخر میں یہ سفر شروع ہوا۔ بنور و سرہند ہوتے ہوئے دہلی بارگاہ سلطان الاولیاء اور اجمیر خواجہ چشتی کی بارگاہ سے گذرتے ہوئے شاہ جیلاں کے دربار بغداد پہنچے اور ہر جگہ ہر مقام پر چلّے اور اعتکاف ومراقبات ومکاشفات کا سلسلہ جاری رہا۔ مہینوں اسی طرح بادیہ پیمائی کی اس درمیان عجیب وغریب واقعات حیرت انگیز مبشرات پیش آتے رہے واپس آکر تمام ہندوستان کی بادیہ پیمائی کر کے ناسک (صوبہ بمبئی) کے جنگل میں شیروں اور چیتوں کے درمیان تکمیل ریاضات کے لئے ڈیرہ ڈالدیا ایک مرتبہ ۸ ماہ اور دوبارہ ۹ ماہ کی گوشہ نشینی اختیار کر کے چنوں اور پتّوں پر گذارہ کیا۔

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل	کبھی بندہ بارگاہ ربوبیت میں عبادت کرتے کرتے
حتی کنتُ سمعه التی یسمع بی	اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کے کان سے سنتا
وبصره الذی یبصربی الخ	ہے اور اسی کی آنکھ سے دیکھتا ہے

صحیح بخاری کی یہ حدیث پڑھی ضرور تھی لیکن اپنے زمانہ میں اس کا مصداق اپنے والد کو پایا، چنانچہ ان ریاضات ومجاہدات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام سے مالا مال فرمایا قلب میں بے پناہ قوت ودیعت کردی گئی شدید بارش کے وقت قلب کی طرف توجہ فرماتے اور بارگاہِ ایزدی میں دُعا کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ ایک مربع میل میں موسلا دھار بارش نہیں ہورہی ہے کہ آفتاب کی شعاعوں کی تمازت جب ناقابل برداشت ہوتی قلب کی طرف توجہ فرماتے معلوم ہوتا کہ بادل سایہ فگن ہیں۔ شیروں اور چیتوں کی آوازوں سے جب جنگل گونجنے لگتا قلب کی توجہ کانوں کی طرف مبذول ہوجاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ کان کسی آواز کو نہیں سُن رہے ہیں۔ ان مجاہدات وریاضات نے دل کی دنیا یکسر بدل کر رکھ دی تھی، علم وآگہی فکر وشعور کا ایک بحرِ بیکراں قلب میں موجزن تھا جب کسی مسئلہ پر غور شروع کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ میلوں طویل کاغذات سامنے پھیلے ہوئے ہیں اور ابتداء سے لے کر آخر تک ساری تحقیقات آنکھوں کے سامنے ہے، فرماتے تھے کہ ان دنوں ایسا محسوس ہوتا کہ اللہ رب العزت کا خاص فضل میرے شامل حال ہے جو دُعا قلب کی زبان سے نکلتی بارگاہ ایزدی سے خلعت قبول لیکر آتی۔ مسائل کے سلسلہ میں جو حق ہوتا وہی دل میں راسخ ہوجاتا غرض فطرت کی اس تربیت گاہ میں جو حالات وواردات پیش آئے قلم کو یارائے بیان نہیں۔

جب علم توجہ اور علم استحضار ارواح ''اسپریچوویلزم'' میں قدم رکھا تو روحانی قوت کے وہ کرشمے دیکھے اور عالم ارواح کے وہ عجائبات منکشف ہوئے کہ عقل حیرت میں ہے۔ جب سلب امراض کا اردہ کیا تو اس درجہ کمال حاصل ہوا کہ بمجرد ارادہ مریض بالکل تندرست ہوکر بیٹھ جاتا تھا کہ جیسے کوئی مرض ہی نہیں۔ جب علم اسرار الحروف وعملیات وتعویذات کی وادی میں قدم رکھا تو اس فن کی ادق کتابیں ''شمس المعارف'' وغیرہ ازبر تھیں۔ طب کی طرف جب توجہ ہوئی تو افغانستان ایسے محیر العقول علاج کئے کہ جرمنی، فرانس، لندن

وامریکہ سے مایوس العلاج مریض آتے اور ان کے علاج سے شفایاب ہوتے ...... پہنچے ہوئے مریضوں کا علاج کیا اور حیرت انگیز مسیحائی دیکھائی۔ تجارت کا شوق ہوا تو چین سے سبز چائے اور جاپان سے منیاری گری اور کٹلیری کا سامان منگوا کر پشاور شہر بازار گھنٹہ گھر میں ہول سیل کی دکان کر کے تاجروں کو پیچھے دھکیل دیا، ٹھکیداری کا خیال ہوا تو کابل میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے یہاں تک کہ امیر امان اللہ خان والئ افغان کے لئے سب سے پہلے جس نے ہوائی جہاز خریدے وہ حضرت والا ہی تھے جس کا پانچ لاکھ روپیہ آج بھی ہمارا قرض افغان گورنمنٹ کے ذمے باقی ہے جو امیر امان اللہ خان تخت سلطنت سے محروم ہونے کے بعد طوائف الملوکی کی نذر ہو گئے یہ واقعہ ۱۳۴۵ھ کا ہے

حیدر آباد دکن اور بھاول پور میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے بہاول پور میں آج بھی متعدد نہروں کے پل ان کی یادگار ہیں زراعت کا شوق ہوا تو افغانستان کے مشرقی علاقے مقام گجۂ خوگیانی ضلع جلال آباد میں جہاں حضرت والد ماجد کی ننہال سرداران محمد زئی آباد تھے زمین خریدی اپنے ہاتھ سے انار بیدانہ کے شاخیں اور پودے لگائے جو بعد میں اس علاقے میں بیدانہ انار کا اعلیٰ ترین باغ شمار کیا گیا لیکن چھ۶ ماہ کے اندر ہی سب کو ختم کر کے کابل میں اقامت گزیں ہوئے جب کبھی کچھ کمایا اور ہزاروں کمایا گھر آ کر بیٹھ گئے دو چار ماہ میں سب مال دولت ٹھکانے لگا دیا کسی کا مکان بنوا دیا کسی کی شادی کرادی جب سب کچھ خرچ ہوا دوبارہ فکر کرنے لگے الغرض اتنی انقلاب انگیز اور ہنگامہ خیز زندگی کسی کی نہ دیکھی نہ سنی اور کمال یہ ہے کہ ان کمالات میں سے کسی بھی کمال کو نہ پیشہ بنایا نہ ذریعہ معاش اور نہ کوئی اہمیت دی سیلاب آیا اور گذر گیا اکثر زندگی فقیرانہ گذاری لیکن مہمانداری اور مہمان نوازی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت تھی جو روشہ میں ملی تھی ہزاروں لاکھوں کمائے لیکن میرے علم میں نہیں کہ کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کا موقع آیا ہو

ع قرار در کف آزدگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

بے شمار مخلوق خدا کے ساتھ احسانات کئے مگر کیا مجال کہ کبھی دل میں اس کا خطرہ بھی گذرا ہو یا زبان پر کبھی ذکر آیا ہو ان سب کمالات وکرامات میں سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنی ہستی کو ایسا مٹا کر چھوڑا کسی کو اِن باتوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی آخری زندگی میں کوئی معاش کا ذریعہ اختیار نہیں کیا سب چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دیا اور یادخدا میں مسلسل تیس (۳۰) برس گذارے اور حق تعالیٰ نے راقم الحروف کو خدمت کی سعادت نصیب فرمائی **ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون**

اصحاب کمال کے بڑے قدر دان تھے کسی کی بات پسند آ جائے اتنی داد دیدتے کہ حیرت ہوتی تھی

باوجودیکہ مزاج جلالی تھا لیکن ہر وقت خوش مزاج خوش طبع نظر آتے تھے جس مجلس میں موجود ہوں سکون ووقار کے ساتھ پوری مجلس کی رونق ان سے ہوتی تھی مزاج آخر تک علمی رہا اور علمی موشگافیوں کی بڑی قدر دانی فرماتے تھے ابتدائی عہد تعلیم سے ہی کتابوں پر تعلیقات وحاشیہ نویسی کا شغل رہا میر ایساغوجی جدیدہ اور شرح حاجی گلستان بوستان پر ان کی تعلیقات دیکھ کر تعجب ہوتا ہے خط اتنا پاکیزہ کہ موتی ٹنکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ خوش نویس ایسے کہ بسا اوقات ان کے خطوط پر خصوصاً ابتدائی دور کے خطوط پر کسی ایرانی خوشنویس کا شبہ ہونے لگتا ہے حساب میں اتنی مہارت کہ حیرت ہوتی تھی حالانکہ تعلیم جدید مڈل سے زیادہ نہ تھی لیکن مہارت ایسی کہ آج کل کے ایم اے کو نہ ہو علمی مشغلہ عرصہ سے متروک ومہجور تھا لیکن معلومات تازہ ایک دفعہ ۱۳۴۶ھ میں دیوبند حضرت امام العصر مولانا انور شاہؒ کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے ان دنوں حضرت شیخ مجھے اپنی کتاب ''ضرب الخاتم علی حدوث العالم'' پڑھاتے تھے درس میں بیٹھ گئے اور تقریر سنتے رہے اس وقت اتفاق سے علم کلام کا مسأ لہ ''خلق افعال عباد'' جو مشکل ترین مسأ لہ ہے زیر بحث آیا شیخ نے تقریر فرمائی اور مشکلات سلجھاتے رہے درمیان میں حضرت والد صاحب سوالات کرتے رہے حضرت شیخ جوابات دیتے رہے فراغت درس کے بعد حضرت شیخ نے دریافت فرمایا: حضرت! علمی مشغلہ کب سے متروک ہے؟ فرمایا پچیس برس ہوئے حضرت شیخ نے بہت تعجب سے سُنا اور پھر مختلف مجالس میں بارہا فرمایا کہ ان کے والد کا علمی مشغلہ پچیس سال سے متروک ہے لیکن معلومات عمدہ اور تازہ۔ امام العصر جیسے علمی سمندر کی یہ داد کتنی وزنی ہے۔

امام غزالی وامام رازی کے عاشق تھے ابن تیمیہ وابن القیم کی قدر دان تھے اور ان کی تبحر علمی کی داد دیا کرتے تھے۔ شیخ ابن عربی شیخ اکبر کے انتہائی مدح سرا تھے مولانا روم کے مثنوی کی علمی مشکلات کی تمثیلات کے بیحد قدر دان تھے اور کشف حقائق میں ان کو بے نظیر سمجھتے تھے۔

عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں عمدہ مصنف تھے، مطائع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار عربی میں اور ایضاح المشکلات اردو میں جس میں وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ مشکلات تصوف اور مشکلات کلام پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمائی اپنے خوابوں کو جمع کیا ہے ''المبشر ات'' نام رکھا اور تعلیقات میں ان کی تعبیرات ''عبیر المسر ات'' کے نام سے لکھی ہیں روح ونفس کا مقالہ مجلس علمی نے طبع کرا دیا ہے فرماتے تھے کہ مجھے صرف تین چیزوں سے محبت ہے (۱) اللہ تعالیٰ سے (۲) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۳) اپنی خوابوں سے۔ یہ فرماتے تھے کہ خوابوں سے اس لئے ہے کہ ان میں حق تعالیٰ کا دیدار یا ان کا کلام ہے یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہے۔ فرماتے تھے اگر شرعاً جائز ہوتا تو میں اپنے ان خوابوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دیتا پھر مجھے ان کی حفاظت کی انتہائی وصیت

فرمائی، الغرض دنیا میں نہ کسی کمال کو چھوڑا نہ کسی پیشے کو چھوڑا اور سب سے بڑا کمال یہ کہ کسی کمال کو کمال نہ سمجھا نہ دل اس میں لگایا البتہ فرمایا کرتے تھے کہ جو احسانات حق تعالیٰ نے مجھ پر کئے وہ اس دور میں کس پر کئے ہیں وہ بہت سے ادوار ہیں۔ سچ عربی شاعر نے کہا ہے ؏ :

أ تزعم انک جرم صغیر　　　وفیک الطوی العالم الاکبر

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹے سے جسم ہو حالانکہ تم میں تمام عالم اکبر سمیٹ گیا ہے

کوئی اور عربی شاعر یوں گویا ہوا:

لیس علی الله بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ تمام عالم کو کسی ایک فرد واحد میں جمع کرلے

امام بخاری سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدرالدین عینی سے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی ہے ایک دفعہ افغانستان میں امیر نصراللہ خان نائب السلطنت کابل کا ترکہ فروخت ہو رہا تھا اس میں حضرت والا نے ایک ''سمور'' کے پوستین کو ۱۴ ہزار افغانی روپیہ سے خریدا (مساوی ۱۰ ہزار روپیہ ضرب برطانوی) رات کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی محبت آمیز لہجہ میں عتاب فرمایا کہ جب تمہارے پاس دولت ہوتی ہے تو ایسا اسراف کرتے ہو کہ ہزاروں کا پوستین خریدتے ہو ایک شخص آئے گا تمہارے پیٹ میں چاقو مار کر تمہاری آنتیں نکالے گا۔ اور صاف دھو کر پھر رکھ دیگا اور سینہ سید یگا یہ شخص نورانی ہوگا اور اسکا چاقو بھی نورانی ہوگا ایک دفعہ ایک بلی پال رکھی تھی اسنے جگہ ناپاک کی اس کو مارا گھر سے نکالدیا رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے کیوں بلی کو مارا کیا وہ عقل وشعور رکھتی ہے خبردار دوبارہ ایسا نہ کرنا صبح جا کر بلی کو تلاش کیا اور گھر لائے۔ پڑوس میں ایک نادار نے پانچ روپیہ قرض مانگا اتفاق سے قرض دینے سے انکار کیا شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے سائل کو کیوں روپے نہیں دیئے جا کر اس کے گھر پہنچا دو غرض اس طرح عجیب وغریب روحانی تربیت وعظیم ترین تعلق کا سلسلہ قائم تھا کتنے مبشرات ایسے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے انتہائی محبت اور وہ تعلق تھا جس کی نظیر عالم میں کم ملے گی خواب دیکھا بیمار ہوگئے تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا: جب تم بیمار ہوتے ہو تو میں بھی بیمار ہوتا ہوں جب تمہارے سَر میں درد ہو تو میرے سر میں بھی درد ہوتا ہے اس قسم کے حیرت انگیز منامات اور مبشرات کتنے ہیں! وسوسہ دل میں آیا کہ سکرات موت میں کیا حالت ہوگی شیطان بہت پریشان کرے گا فرمایا کہ جہاں میں ہوں شیطان کا کیا کام! آخر چند دن حیات کے باقی

تھے میں حسب معمول اذان فجر سے کچھ قبل یا بوقت اذان رات کی حالت معلوم کرنے پہنچا تھا۔فرمایا آ گئے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ آج حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی پادشاہ خان (خادم خصوصی جو آخری وقت شب وروز خدمت کرتا تھا اور بے انتہا راحت پہنچاتا تھا) کو فرمایا اے پادشاہ خان جو خدمت تم کر رہے ہو میں بھی کرتا ہوں۔سبحان اللہ کیا مقام تھا! حق تعالیٰ کی زیارت کا شرف تو بیشمار مرتبہ حاصل ہوا ایک دفعہ جب دیدار پرانوار کی سعادت نصیب ہوئی حق وجل ذکرہ نے فرمایا: زکریا: تمہاری مثال میرے سامنے ایسی ہے جیسے کہ ایک ماں کے گود میں دو تین دن کا بچہ ہو بچہ نہیں جانتا کہ ماں اس کے ساتھ کیا کیا کر رہی ہے ان ہی ایام میں خواب دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم **فداہ امی وابی** سے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کرسی پر جلوہ گر ہیں اور میں ان کا طواف کر رہا ہوں جب یہ بیان شروع کیا وہی صورت وحالت سامنے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر دے رہے ہیں مجھے تو معلوم نہیں کہ آج تک کبھی کسی نے اس انداز کے مبشرات کی سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔

بچپن سے دادی اور پھوپی سے سنا کرتا تھا کہ تمہارے والد کی عمر سو سال ہو گی جبکہ راقم الحروف کی عمر پانچ برس کی تھی یعنی اب سے ٹھیک ۶۵ برس قبل گھر میں سنا اور ایک دفعہ خود بھی فرمایا کہ میری چھوٹی ہمشیرہ ''مریم'' نے ایک دفعہ جب اس پر حالت طاری ہوئی میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ زکریا تمہاری عمر سو سال ہے سو سال۔ وہ صاحب خوارق وکرامات تھی واردات واحوال غریبہ طاری ہوتے تھے اس حالت میں جو بات کہتی تھی یقینی ہوتی تھی بچپن سے دونوں بھائی بہن کا آپس میں خونی رابطہ سے زیادہ روحانی رابطہ تھا مکاشفات وواردات میں جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی ایک دوسرے کے لئے سفارش کرتے تھے اُن کا معاملہ فطری تھا بغیر سابقہ ریاضات کے حالات طاری ہوتے تھے والد صاحب کا معاملہ ریاضات کے بعد شروع ہوا دوسری بڑی ہمشیرہ یعنی میری عمہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ شب قدر نصیب ہوئی اور اس کا علم بھی ہوا کہ شب قدر ہے اٹھیں وضو کیا نماز پڑھی سب سے پہلے دُعا اپنے بھائی کے لئے کی کہ انکی عمر سو سال ہو یہ باتیں میں سُن چکا تھا بہر حال اس انقلاب آفرین زندگی کے تمام نشیب وفراز دیکھ کر آخری حیات طیبہ یادخدا میں بسر کی اور ٹھیک سو سال اپنی حیرت انگیز زندگی کے پورے کر کے اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر گئے مسکراتے ہوئے نور کے شعلوں میں واصل بحق ہوئے بلا شبہ یہ صدمہ میری زندگی میں عظیم ترین صدمہ ہے جب سید البشر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر استقامت وصبر کا پہاڑ مادر گیتی نے نہیں دیکھا نہ کبھی دیکھیگا سیدنا ابراہیم اپنے جگر گوشے کی وفات پر یوں نغمہ سرا ہیں: **العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک یاابراھیم لمحزنون** حضرات صحابہ

کرام کی حالت جو صبر و استقامت کے پہاڑ تھے حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوقت کیا کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں ۔ اے اللہ ہم تو ضعیف و ناتواں ہیں ہمیں صبر عطا فرما اور اے اللہ اس حادثہ جانکاہ اور روح فرسا میں ہماری اعانت فرما کر احسان فرما۔

اور اے اللہ میرے والد محترم کے مرقد مبارک کو **روضة من رياض الجنة** بنا اور ان کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اکرام و اعزاز فرما ۔ اور اے اللہ ان کا مسکن و ماوی جنت الفردوس کو بنا اور اے اللہ ان سے وہ معاملہ فرما جو تیری شان ارحم الرحمین کے شایان شان ہو اور اے اللہ آپ کا معاملہ جو محبوبان بارگاہ رحمت سے ہے اور جو مقربین بارگاہ قدس سے ہے وہ معاملہ فرما ۔ اے اللہ جس طرح آپ نے اپنی ذات سے اور اپنے حبیب پاک سے دنیا میں جو نسبت اُن کو عطا فرمائی تھی آخرت میں اسی کے شایان شان رفع درجات وعلو مقامات نصیب فرما جن کے بارے میں یہی کہا جائے ''**مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر**''

اور اے اللہ جس طرح ان کا آپ پر حُسن ظن تھا اس کے مطابق معاملہ فرما ۔ اور اے اللہ جس چیز کو ہم نہ جانتے ہیں اور نہ اسے اپنی جہل سے مانگ سکتے ہیں ان کو وہ نعمتیں نصیب فرما کر سرفراز فرما ۔

اور اے اللہ جس طرح آپ نے ہمیں ان کی حیات طیبہ میں دعوات سحری اور نالہ ہائے نیم شبی کے برکات سے سرفراز فرمایا تھا مفارقت کے بعد ان کی روح پرفتوح کی برکات سے مالا مال فرما کر سرفراز فرما تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیری قدرت بہت محیط ہے اور اے اللہ پشاور سے لے کر کراچی تک اور کراچی سے لے کر افریقہ تک اور افریقہ سے لے کر لندن و یورپ تک جن مخلصین ومحسنین نے ایصال ثواب کر کے احسان فرمایا ہے اور جو محسنین ایصال ثواب فرما رہے ہیں ان سب کو اجر عظیم عطا فرما کر احسان فرما اور جسکے بیشمار تعزیت کے ٹیلگرام و بے شمار خطوط تعزیت آئے ہیں ان سب حضرات کو رفع درجات فرما اور اے اللہ ہمارے قلب حزیں اور پسماندگان کے قلوب محزونہ کو صبر و سکون عطاء فرما کر احسان عظیم فرما **فمالعيون دامعة وللقلوب فاجعة ونحن بفراقه لمحزونون ولا نقول الا ما يرضى به ربنا تبارك وتعالىٰ هذا ! وصلى الله على خيرا بشراً صبر من جاء ومن غير حب القبر الاطهر الانور ومن تسكن قلوب المحبين بحبّه وبذكره وبفكره كلماذُكر وخطر**

نامناسب نہ ہوگا اگر ان خطوط میں سے دو تعزیت نامے شائع کر دوں ایک تعزیت نامہ برادرم محترم مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج کا ہے ۔ دوسرا تعزیت نامہ برادر محترم مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی شعبہ اسلامیات کے سابق صدر پشاور یونیورسٹی کے ہیں **وجزاهم الله خيرا بحسن عزائهما**

یہ ہے وہ پورا مضمون جو بنوری صاحب نے اپنے والدِ محترم کی وفات پر لکھا۔اس مضمون کی پہلی بات جس کی وضاحت ہونی چاہیے یہ عبارت ہے کہ:

’’والد ماجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا شفیقؒ بلخی، ابراھیمؒ ادھم، بایزیدؒ بُسطامی، سریؒ سقطی، معروفؒ کرخی، جُنیدؒ بغدادی کے احوال اور مواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی کس کو خبر؟‘‘

میرا خیال ہے کہ آپ ان ’’بزرگوں‘‘ کے متعلق جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے، ضرور معلوم کرنا چاہیں گے کہ یہ ’’حضرات‘‘ کون اور کیا کرتے تھے؟ کوشش کروں گا کہ مشہور ’’حضرات‘‘ کی کتابوں کے حوالوں سے اُن کی شخصیات پر روشنی ڈالوں۔

حضرت ابراھیم ادھم آپ کا پورا نام ابواسحٰق بن ادھم بن منصور تھا حضرت علی ہجویری صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ آپ خضر علیہ السلام سے بیعت تھے اور شروع میں بلخ کے امیر تھے۔ایک دن شکار کو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے لگ کر لشکر سے بچھڑ گئے۔اللہ تعالیٰ نے ہرن کو قوت گویائی عطا فرمائی اُس نے بزبان فصیح آپ کو مخاطب کیا اور کہا اَلِھٰذا خُلِقْتَ اَوْبِھٰذا اُمِرْتَ یعنی کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو یا کیا اسی کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔یہ سنتے ہی دل میں خیال آیا اور توبہ فرما کر سب سے ہاتھ اُٹھا لیا اور زہد و ورع کے پابند ہو گئے آپ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جب میں جنگل میں گیا تو ایک ضعیف العمر بزرگ صورت ملا وہ مجھ سے کہنے لگا اے ابراھیم تمھیں معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے تم بغیر زاد وراحلہ کے جا رہے ہو۔میں سمجھ گیا کہ یہ ضعیف العمر بزرگ نہیں بلکہ شیطان ہے میری جیب میں چار درم نقرئی پڑے ہوئے تھے جو میں نے کوفہ میں زنبیل بیچ کر جیب میں ڈال لئے تھے............ میں نے انہیں نکال کر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار (۴۰۰) سو رکعت نفل پڑھوں گا چار سال متواتر صحرا نوردی میں رہا۔میرا رازقِ مطلق بلا کسی تکلیف کے مجھے روزی پہنچاتا رہا اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔اُن کے

فیضِ صحبت میں میں نے اُن سے اللہ کا نام سیکھا۔ بس اس کے بعد میرا دل ماسواء اللہ سے قطعاً فارغ ہوگیا۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش (صفحہ 229،231)

یہ تو صاحبِ کشف المحجوب کا بیان ہے؛ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صاحب نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی صاحب کے ملفوظات پر مشتمل جو کتاب ''انیس الارواح'' مرتب فرمائی ہے، اس میں ابرہیم ادہم صاحب کے زہد وورع کا وہ حال لکھا ہے کہ عقل حیران وششدر ہے۔

فرمایا کہ ایک وقت حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ راستہ میں چلے جاتے تھے کہ آواز نوحہ کی ایک طرف سے آئی فوراً رانگ گرم کرکے اپنے کانون میں ڈال لیا اور بہرے ہوگئے۔

انیس الارواح ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (صفحہ 31)

یہ واقعات لکھے ہوئے موجود ہیں اب اگر کسی کو یہ وسوسہ ستائے کہ ہرن فصیح عربی کیسے بولنے لگا؟ اور جنگل میں ہر میل طے کرنے پر چارسو رکعات نماز کیوں؟ یا یہ مسلسل صحرا نوردی کیسی؟ نبی ﷺ نے تو اس کی تعلیم نہیں دی۔ اور اس ساری مدت میں بغیر کسی سبب کے رزق کا مہیا ہوجانا، عجیب بات ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات اور بیعت کیسی اور کون سا اللہ کا نام ہے کہ جس کے سیکھ لینے کے بعد ماسواء اللہ سے دل فارغ ہوجاتا ہے؟ یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ اور اُن کے صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تو گانے بجانے کے موقعوں پر کانوں میں اُنگلیاں دے لینے پر ہی اکتفاء کی تھی یہ گرم رانگ ڈال کر بہرا ہوجانا کیا معنی؟ کیا یہ اللہ کی عطاء کردہ ایک عظیم نعمت کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسے ظلم سے منع نہیں کیا ہے؟ تو بھائی میں اس کا کیا جواب دوں اور اگر کچھ جواب دینے کی کوشش بھی کروں تو اس کے بعد جو اس سے بھی زیادہ عجیب بات آرہی ہے اُس کو کیا کروں گا؟ بہر حال ایسی ''بزرگی'' کے حاملین کو اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کرنا سخت مشکل نظر آتا ہے اُن کے لیے تو کوئی اور ہی مقام ہونا چاہیے جو خدائی مقام کے ہم پلہ ہو۔

اسی کتاب میں خواجہ معین الدین چشتی لکھتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی نے

فرمایا کہ جس روز **حضرت خواجہ ابراھیم ابن ادھم** بلخی رحمہ اللہ حکومت اور سلطنت سے تائب ہوئے تو جس قدر غلام تھے سب کو اپنے روبرو آزاد کیا اور بارادۂ حج خانہ کعبہ کی راہ لی اور فرمایا کہ حج کو ہر شخص پیرون کے بل جاتا ہے مجکو چاہیے کہ سر کے بل اس راہ کو طے کرون چنانچہ وقت سفرحج جوقدم کہ رکھتے ایک دوگانہ نفل شکرانہ ادافرماتے تھے حتی کہ چودہ۱۴ برس کی مدت میں بلخ سے خانہ کعبہ پہونچے تو اُس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا نہایت متحیر ہوئے اسی حال مین ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے ابراہیم ٹھیرو اور صبر کرو کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا جاتا ہے خواجہ یہ آواز سن کر متحیر ہوئے اور عرض کیا کہ الٰہی وہ ضعیفہ کون ہیں حکم ہوا کہ جنگل مین ایک ضعیفہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ روانہ ہوئے تا کہ اُن ضعیفہ کی زیارت سے مشرف ہون جب جنگل مین پہونچے تو حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمتہ کو دیکھا اور دیکھا کہ خانہ کعبہ اُن کے گرد طواف کررہا ہے حضرت ابراہیم ابن ادہم علیہ الرحمۃ کو غیرت معلوم ہوئی اور حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمتہ کو پکارا اور کہا کہ یہ کیا شور تم نے ڈالا ہے رابعہ بصری علیہا الرحمتہ نے فرمایا کہ یہ شور مین نے نہیں اٹھایا ہے یہ شور تم نے جہان مین برپا کیا ہے کہ چلتے چلتے چودہ برس مین خانہ کعبہ تک پہونچے اور پھر بھی اُس کو آرزو کے ساتھ نہ پایا جب حضرت ابراہیم ادہم نے یہ سُنا فرمایا کہ اے رابعہؒ تم کو آرزو خانہ کعبہ کی تھی سو تمہارے پاس موجود ہو گیا او ہم کو آرزوئے ملاقات صاحب خانہ کی ہے لہذا وہ ہم سے محجوب کیا گیا۔

انیس الارواح (صفحہ 17-18)

اس ''عظیم الشان'' واقعہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم ادہم صاحب اور رابعہ بصری صاحبہ جیسے ''بزرگ''، کس ''عظیم الشان'' بڑائی کے مالک تھے، وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ خواجہ ابراہیم ادہم کو بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ندائے غیب سے نوازا گیا اور کیوں نہ ایسا کیا جاتا جبکہ وہ ۱۴ سال میں ہر ہر قدم پر دو رکعت نفل شکرانہ پڑھتے ہوئے خانہ کعبہ تک پہنچے تھے پھر خانہ کعبہ کا وہاں موجود نہ ہونا اور آواز کا آنا کہ کعبہ جنگل میں ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا چاہتا ہے صبر کرو، پھر آپ کا کعبہ کی تلاش میں جنگل میں جا کر دیکھنا کہ خانہ کعبہ رابعہ بصری کے گرد طواف کر رہا ہے،

غیرت کا آنا اور رابعہ بصری کو پکار کر کہنا کہ یہ کیا شور تم نے ڈال رکھا ہے، اس کے جواب میں رابعہ بصری کی ان پر فضیلت اور غیب دانی کہ ابراہیم ادہم کی ۱۴ سال کی ریاضت اور انجام کار ان کی ناکامی کا راز اُسی وقت فاش فرما دیا! ہاں، یہ بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین کا اکیلے جنگل میں کیا کام؟ اور یہ کہ کیا یہ ''ولیہ'' پردہ نہیں کرتی تھیں؟ چاہے اس کا جواب میرے پاس ہو مگر اس واقعہ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ ایک جامد چیز نہیں ہے۔ یہ اور بات کہ اپنی کسی مصلحت کی بناء پر وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر چند میل آگے بڑھ کر حدیبیہ تک نہ آیا ورنہ نبی ﷺ اور صحابہِ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ سے محروم واپس مدینہ لوٹنا نہ پڑتا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب کے ملفوظات المسمّٰی بفوائد الفوٗاد میں بھی ''حضرت'' ابراہیم ادہم کی ایک بہت بڑی ''بزرگی'' کا ذکر ہے:

> **دوشنبہ ۲۹-ماہ ذی الحجہ ۷۰۸ھ**
>
> **دولت پابوسی حاصل ہوئی مناقب ومراتب ابراہیم ادہمؒ کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ نو برس تک غار میں رہے اور اُس غار میں ایک چشمہ بھی جاری تھا آپ اُس چشمہ پر مقیم تھے اور خدا کی بندگی کیا کرتے تھے ایک رات ایسی سردی پائی کہ ہلاک ہونے کا خوف ہوگیا کہ ناگاہ اُس تاریکی میں ایک پوستین پر ہاتھ جا پڑا آپنے اُسے اُوپر ڈال لیا ذرا گرما گئے جب دن ہوا تو وہ پوستین آپنے اُتار دیا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اژدھا تھا آنکھیں کھولے ہوئے سر ہلا رہا تھا آپ بہت متحیر ہوئے کہ اتنے میں ایک آواز سنی نَجَّیْنَاکَ مِنَ التَّلَفِ بِالتَّلَفِ یعنی ہم نے تجھے تلف کرنے والی شے یعنی (سرما) سے اُس تلف کرنے والی شے یعنی (اژدھے) کے ساتھ نجات دیدی۔**

فوائد الفوٗاد ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔ ترجمہ بریاںؔ (صفحہ 154) / ترجمہ پروفیسر محمد سرور (صفحہ 109, 110)

''حضرت'' بایزید بُسطامی : آپ کا پورا نام ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بُسطامی تھا آپ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ خواجہ جنید بغدادی اُن کے بارے میں فرماتے تھے کہ ''**ابو یزید مِنّا بمنزلة جبرئیل فی الملائکة**'' یعنی بایزید بسطامی ہم میں ایسے معظم ہیں جیسے جبرئیل امین ملائکہ میں! یہی وہ ''حضرت'' ہیں جو اس قدر ''بزرگ'' ہوگئے تھے کہ فرماتے

تھے سُبحَانِیْ مَا اَعظَمَ شَانِیْ : ''میں پاک ذات ہوں میری بلندیِ شان کا کیا پوچھنا''۔
علی ہجویری صاحب یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ کہنا اُن کی گفتار کا نشانہ ہے اور درحقیقت یہ کہنے والا حق تعالیٰ ہی پردۂ عبد میں ہے (کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب:صفحہ443) اللہ اللہ! ''فنا فی اللہ'' کی کیا انتہاء ہے!

آپ کا یہ قول بھی ہے کہ خُضتُ بَحراً وَوَقَفَ الْاَنْبِیاءُ بِسَاحِلِهٖ: یعنی''میں نے تو بحر (معرفت) میں غوطہ لگالیا اور انبیاء اُس کے ساحل پر کھڑے رہے'' اور مُلْکِیْ اَعْظَمُ مِنْ مُلْکِ اللّٰہِ: ''میری بادشاہی اللہ کی بادشاہی سے عظیم ہے''۔ یہ بھی کہ مَافِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ: ''میرے جُبہ میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں'' اور لِوَائِیْ اَرْفعُ منْ لِوَاءِ مُحَمَّد: ''میرا جھنڈا احمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے۔''

اسی ''بزرگی'' کی وجہ سے امیر بلخ کی بیٹی اور ''حضرت احمد بن خضرویہ'' کی بیوی جو بہت بڑی ''ولیہ'' تھیں، جب ''حضرت'' بایزید بسطامی کی زیارت کو آئیں تو انہوں نے اپنا نقاب ہٹا دیا اور ''حضرت'' کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی:

حتیٰ کہ ایک بار حضرت احمد بن خضرویہ رحمتہ اللہ کو حضرت بایزید بُسطامی رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا۔ حضرت فاطمہ بھی حضرت بایزید کے دربار میں ہمراہ حاضر آئیں۔ جب حضرت بایزید کے سامنے دونوں آگئے حضرت فاطمہ نے نقاب ہٹا دیا اور حضرت بایزید کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی۔ حضرت احمد خضرویہ کو اُن کی اس حرکت پر تعجب ہوا اور غیرت زوجیت آپ پر مستولی ہوئی۔ فرمانے لگے فاطمہ جس بے حجابی سے تم بایزید کے سامنے باتیں کر رہی ہو اس کی وجہ مجھے بھی معلوم ہونی چاہیئے۔

حضرت فاطمہ نے فرمایا: احمد تم محرم طبیعت ہو۔ اور بایزید محرم طریقت۔ تمہارے ذریعہ میری آتش حرص و ہوا کا علاج ہوتا ہے اور اُن کے ذریعہ خدا رسی ہوتی ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بایزید مجھ سے بے نیاز ہے اور تم میرے محتاج ہو۔

غرضیکہ حضرت فاطمہ ہمیشہ حضرت بایزید کے سامنے بے حجاب رہتیں اور نہایت بے تکلفی سے کلام فرماتیں۔

ایک روز حضرت بایزید کی نظر حضرت فاطمہ کے ہاتھ پر پڑی۔ دیکھا مہندی لگی ہوئی ہے۔فرمایا فاطمہ! ہاتھوں میں مہندی لگا رکھی ہے۔آپ نے فرمایا بایزید ابتک کہ تمہاری نظر میرے ہاتھ پر نہ پڑی تھی میرا آپ کے ساتھ رابطہ بے حجاب تھا۔اب جبکہ تمہاری نظر مجھ پڑنے لگی اب آپ سے بےحجابی حرام ہے بس اس روز واپس ہوگئیں اور نیشاپور تشریف لاکر قیام فرمایا۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 256,255)

یہ واقعہ صاف بتارہا ہے کہ آپ پر ایسے اوقات بھی آتے تھے جب آپ کے اوپر سے اور آپ کے وابستگان کے اوپر سے پردے کے شرعی احکام اُٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ احاطۂ بشریت میں واپس آجاتے تھے تو وہ احکام بھی واپس آجاتے تھے۔ یہی وہ ''بزرگی'' ہے جس کی وجہ سے علی ہجویری صاحب لکھتے ہیں:

اور مجھے بھی (یعنی حضرت علی بن عثمان جلابی رحمتہ اللہ علیہ کو) ایک دفعہ ایسا واقعہ گذرا میں نے اس اُمید پر بہت کوشش کی کہ کس طرح یہ واقعہ حل ہو مگر حل نہ ہوا۔ اور ایک دفعہ اس سے بھی قبل ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو میں مزار حضرت شیخ بایزید رحمتہ اللہ کا اس وقت تک مجاور بنا رہا جبتک وہ حل نہ ہوا۔آخر حل ہوگیا۔
اس دفعہ وہاں کا قصد کیا اور تین بار مزار پاک کی مجاورت کی تاکہ حل ہو مگر نہ ہوا ہر روز تین بار غسل کیئے۔تیس ۳۰ بار وضو کیئے اور اُمید کشف میں رہا مگر بالکل انکشاف نہ ہوا آخر اُٹھا اور خراسان کا سفر اختیار کیا

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 171)

یہ واقعہ آپ کی ذات ہی کی نہیں بلکہ آپ کے مزار کی ''بزرگی'' کی بھی روشن دلیل ہے کیونکہ علی ہجویری صاحب کو ''حلِّ مشکل'' کے لئے نبی ﷺ کی نہی کے علی الرغم اُن کے مزار کی مجاورت کرنا پڑی اور پہلی مرتبہ اُن کو کامیابی بھی حاصل ہوئی اور عقدہ حل ہوگیا۔اس واقعہ میں قبر پرستی کی بیماری کی نشان دہی کرنے کی کوشش مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ عوام کا معاملہ نہیں ہے!

''حضرت'' بایزید بسطامی کے عشق ومحبت الٰہی کے غلبہ کا یہ واقعہ سُننے کے لائق ہے۔ اس واقعے کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صاحب کی زبان سے سُنیے:

اسکے بعد عشق مین گفتگو ہونے لگی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے پس جو کچھ اُس آتشکدہ (بھٹی) مین پڑتا ہے جلکر خاک اور نابود ہو جاتا ہے کسواسطے کہ کوئی آگ عشق و محبت کی آگ سے بڑھکر نہین ہے اسکے بعد فرمایا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ مقام قرب مین تشریف لیگئے ہاتف نے آواز دی کہ اے بایزید آج تمہاری خواستگاری اور ہماری بخشش وعطا کا وقت ہے مانگو کیا مانگتے ہو مین تم کو دونگا خواجہ نے فوراً سجدہ مین سر جھکایا اور کہا کہ بندہ کو خواستگاری سے کیا کام بادشاہ کی بخشش وانعام واکرام جسقدر ہو بندہ اُس مین راضی ہے پھر آواز آئی کہ اے بایزید ہم نے تجکو آخرت کی خوبی اور رستگاری عطا کی ۔ بایزید نے عرض کیا کہ الٰہی آخرت تو دوستون کا بندی خانہ ہے پھر آواز آئی کہ اے بایزید اچھا ہم نے بہشت اور دوزخ اور عرش اور کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے تجکو دی ۔ عرض کیا خیر پھر ندا آئی کہ اچھا تمہارا کیا مطلب ہے کچھ مانگو تو ہم دین عرض کیا کہ آلٰہی جو میرا مطلب ہے وہ تو خود جانتا ہے آواز آئی کہ اے بایزید تو ہم کو ہمسے مانگتا ہے اگر ہم تجکو تجھے سے مانگین تو تو کیا کریگا ۔ جیسے ہی یہ آواز آئی خواجہ نے قسم کھا کر عرض کی کہ قسم ہے تیرے عزت اور جلال کی اگر تو مجکو کل قیامت مین طلب کریگا اور آتش دوزخ کے سامنے کھڑا کریگا تو حاضر ہون گا اور کھڑا ہو کر ایسی آہ سرد کھینچون گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائیگی حتی کہ کچھ نہ رہیگی کیونکہ آتش محبت کے سامنے اُسکی کیا اصل ہے جب بایزید نے یہ فرمایا ندا آئی کہ اے بایزید ہرچہ جستی یافتی ☆

ترجمہ دلیل العارفین، ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (صفحہ 97)

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ عرش و کرسی کا دیا جانا کوئی شاعرانہ قسم کی بات ہے جیسے کہدیا جاتا ہے کہ ؏ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

تو ایسے خیالات کو دل سے نکال دیجیے کیونکہ یہ اُن ''مقاماتِ قربِ ومحبت'' کا معاملہ ہے جہاں خالق ومخلوق کے درمیان فرق باقی نہیں رہتا اور ایک ذات مرکب وجود میں آتی ہے ! یہ وہ وقت

☆ تو نے جو تلاش کیا تو نے پالیا!

ہوتا ہے کہ بندہ جو چاہے سو کر سکتا ہے, ایک آہِ سرد سے آتشِ دوزخ کو ٹھنڈا کر دینا کیا بڑی بات ہے! یہ ''فنا فی اللہ'' کا وہ مقام ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ عارفوں کے لیے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اس مرتبہ پر پہنچتا ہے تو تمام جہان کو اور جو کچھ کہ تمام جہان میں ہے، سب کو درمیان شگاف دو اُنگلیوں کے دیکھتا ہے!

''حضرت'' بایزید بسطامی کے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے ''حضرت'' معین الدین چشتی نے فرمایا:

> **پھر خواجہ بایزید رحمہ اللہ نے اسی مقام پر فرمایا کہ مین مدتون خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا جب مجکو قرب وحضوری عطا کی گئی اُسوقت خود خانہ کعبہ نے میرے گرد طواف کیا پھر یہ فرمایا کہ حالت عاشقی مین ایک رات مین شدّت اضطراب وقلق کے سبب اپنے دل کا اطمینان چاہتا تھا اور اُسکے لیے دُعا کرتا تھا صبح کے وقت ندا آئی کہ اے بایزید ہمارے سوا اور چیز کی خواہش کرتا ہے اور دل مانگتا ہے دل سے تجکو کیا کام۔ اسکے بعد اسی محل مین فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ جہان کہین رہے جو چیز چاہے وہ اُسکے آگے حاضر ہو اور جس سے کچھ کلام کرے وہ اُس کو جواب دے۔ لیکن ان عارفون کے مسلک مین وہ شخص عارف نہین ہے کہ کسی چیز کے درپے اور طالب ہو۔ اسکے بعد فرمایا کہ عارفون کے لیے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اُس مرتبہ مین پہنچتا ہے تو تمام جہان کو اور جو کچھ کہ تمام جہان مین ہے سب کو درمیان شگاف دو اُنگلیوں کے دیکھتا ہے۔ چنانچہ خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ سے لوگون نے پوچھا کہ آپ نے طریقت مین اپنا سلوک کہان تک پہنچایا ہے فرمایا کہ مین نے یہان تک اپنا سلوک پہنچایا ہے کہ جب مین اپنی دو انگلیون کے درمیان نظر کرتا ہوں تو تمام دنیا و مافیہا کو اُس مین دیکھتا ہون۔**

ترجمہ دلیل العارفین (صفحہ 100,99)

آپ کی وفات کا واقعہ خواجہ نظام الدین اولیاء، ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

> **پھر آپنے اسکے مطابق یہ حکایت فرمائی کہ ایکدفعہ شیخ علی مکی رحمہ اللہ علیہ نے خواب**

مین دیکھا کہ عرش اُٹھائے لیے چلا جارہا ہوں جب صبح ہوئی تو جی میں خیال کیا کہ مین یہ خواب کسکے سامنے بیان کرون جو تعبیر پاؤن۔ پھر جی مین کہا کہ بایزید بسطامیؒ سے چل کے دریافت کر۔ اسی فکر مین جب گھر سے باہر نکلا دیکھا تو بسطام مین ایک شور برپا تھا اور خلق رو رہی تھی مین حیران ہو کر کھڑا ہو گیا پوچھا کیا حال ہے کہا خواجہ بایزید علیہ الرحمتہ نے انتقال کیا۔ شیخ علیؒ نے سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے۔ پھر نعرہ مارتے ہوئے بایزید کے جنازہ کے پاس تک پہونچے مگر خلق کے اژدحام سے وہانتک پہنچ نہین سکتے تھے مگر شیخ علی ہزار حیلہ و دشواری سے جنازہ تک آئے اور کندھا دیا۔ بایزیدؒ نے آواز دی کہ اے علی جو تو نے خواب دیکھا تھا اُسکی یہی تعبیر ہے یہی جنازۂ بایزید عرش خدا ہے کہ جو سر پر لیے جا رہا ہے۔

ترجمہ راحت القلوب ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر مرتبہ نظام الدین اولیاء (صفحہ 215)

آپ شاید تعجب فرمائیں کہ بایزید بسطامی نے مرنے کے بعد کیسے شیخ علی مکی سے گفتگو کی اور یہ بات آپ شاید ماننے پر کبھی تیار نہ ہوں اس لیے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ تھوڑا صبر کریں۔ آگے کے مضمون میں انشاء اللہ اس بات کی اصل سامنے آجائے گی اور پھر آپ کی ساری پریشانیوں کا حل نکل آئے گا اور آپ اس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ یہ ''اولیاء اللہ'' مرتے نہیں ہیں، صرف نقل مکانی کر جاتے ہیں

''حضرت'' بایزید بسطامی میں یہ بھی طاقت تھی کہ نگاہ ڈالیں اور جان نکال لیں، جیسے کہ شاہ ولی اللہ ''محدث'' دہلوی نے اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں اپنے تایا ابوالرضا محمد صاحب کی ''بزرگی'' کے سلسلہ میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ اور بات کہ اُن کے تایا صاحب ''حضرت بسطامی'' سے بھی زیادہ ''بزرگ'' تھے کیونکہ وہ جان نکالنے کے بعد واپس بھی لوٹا سکتے تھے، ملاحظہ ہو:

رحمت اللہ کفش دوز حکایت میکرد کہ حضرت ایشان دران ولا کہ در مسجد نشستہ بودند ومن در مقابلۂ ایشان زیر درختی ایستادہ بحضور حضرت ایشان گفت کہ بایزید بسطامی در بعض احیان نظر میکردند بسوئ کسی وی میمرد از قوت جذب وحدت نظر شیخ آن امروز ماغلغلۂ شیوخ بسیاری شنوم و در ہیچکس قوت باطن باین مشابہ نمی یابم حضرت ایشان را غیرت آمد فرمودند بایزید جذب ارواح میکرد و ردّ آنہا نمیکرد و دل مرا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برخداء دلِ خود تربیت فرمودہ است وآں قوت دادہ
کہ اگر خواہم جذب کنم روح کسی را واگر خواہم رد کنم اورا نگاہ حضرت ایشان
بسوئ من نظر کردند و روح مرا جذب فرمودند بزمین اُفتادم و بمردم و ہیچ شعور این
عالم مرا نماند الاّ آنکہ خودرا غریق در بحر عظیم می یافتم پس بطرف سائل متوجہ شدند
کہ این را ببین مُردہ است یا زندہ تامل کرد وگفت مُردہ است فرمودند اگر خواہی
مُردہ گذارم و اگر خواہی زندہ کنم گفت اگر زندہ شود کمال رحمت ہست حضرت ایشان
دیگر بار توجہ کردند پس زندہ شدم و بایستادم حاضران ہمہ از قوت حال حضرت
ایشان متعجب شدند

انفاس العارفین (اصل فارسی) از شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شائع کردہ المعارفؒ، لاہور (صفحہ 96,95)

کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک

رحمت اللہ کفش دوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ مسجد میں بیٹھے ہوئے
تھے، اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں
ایک شخص نے کہا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا
کر دیکھتے تھے تو قوت جذب اور شیخ کی گرمی نگاہ سے اس کی روح پرواز کر جاتی
تھی۔ آج کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں مگر کسی کی قوت باطنی میں یہ تاثیر نہیں
دیکھی۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے جوش میں فرمایا کہ بایزید روحیں نکال تو لیتے تھے
مگر جسم میں واپس نہیں لوٹا سکتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل
کو اپنے قلب اطہر کے زیر سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب
چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں! عین اسی
وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا
اور مجھے اُس عالم کا کوئی شعور نہیں رہا سوائے اس کے کہ میں نے اپنے آپ کو،
ایک بہت بڑے دریا میں غرق پایا۔ آپ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ
اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ؟ اس نے سوچ کر کہا کہ مردہ ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے
اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں! کہنے لگا اگر زندہ

ہو جائے تو یہ انتہائی رحمت ہوگی آپ نے مجھ پر دوبارہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین مجلس حضرت شیخ کی قوت حال سے متعجب ہوئے۔

اردو ترجمہ انفاس العارفین شائع کردہ ''المعارف''، لاہور (صفحہ 206-207)

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی'' کے بیان کردہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کچھ ایسے ''بزرگ'' بھی ہوتے ہیں جو رسول ﷺ سے براہ راست تربیت حاصل کر کے الوہی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں اور مارنا اور جلانا ان کے قبضہ اختیار میں آ جاتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ ہی کے کام ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ توحید کے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان کے سامنے یہ اعلان کیجیے کہ آپ ﷺ صرف اس مالک کی بندگی کرتے ہیں جو اکیلا ہے، تم کو (اے کافرو!) موت دیتا ہے۔ گویا یہ انکاری بھی اس بات کے قائل تھے کہ مارنا اور جلانا تو صرف ایک آسمان والے ہی کے ہاتھ میں ہے۔ آیت یوں ہے:

فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ (یونس:۱۰۴)

''پس میں بندگی نہیں کرتا اُن کی جن کی بندگی اللہ کو چھوڑ کر تم کرتے ہو بلکہ میں تو صرف اُس اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے۔''

''حضرت'' جُنید بغدادی اور سرّی سِقطی

''حضرت''، جنید بغدای کا پورا نام ابوالقاسم جُنید بن محمد بن جُنید تھا۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے:

اور مشہور ہے کہ زمانہ حیوٰۃ سری سقطی رحمتہ اللہ میں پیر بھائیوں نے حضرت جُنید بن محمد سے عرض کی ہمیں کچھ فرمایئے تا کہ ہمارے دل سکون وراحت پائیں آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت میری جلوہ آراء مسند ظاہر ہیں میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں رکھتا۔ یہانتک کہ ایک رات خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوئے۔ دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں: جنید لوگوں کو کچھ سنایا کر اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالے ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔

جب بیدار ہوئے تو دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضور نے مجھے حکم دعوت فرمایا جب صبح ہوئی حضرت سری

رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کردی اور انہیں کچھ نہ سنایا۔اشیاخ بغداد نے سفارش کی اسے بھی تم نے رد کر دیا۔ میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادہ وعظ نہ ہوئے۔اب جبکہ پیغمبر عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمہیں ملا ہے۔ لہٰذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جُنید بن محمد نے یہ حکم سنتے ہی جواب میں کہلا بھیجا کہ حضور جو میرے دماغ میں افضلیت کا سودا سمایا ہے وہ جاتا رہا ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ سری سقطی میرا مرشد کامل میرے تمام حالات ظاہر و باطن سے مشرف ہے۔ اور آپکا درجہ ہر حال میں میرے درجہ سے بلند۔اور آپ یقیناً میرے اسرار پر مطلع ہیں اور میں آپ کے منصب جلیل کی بلندی سے محض بے خبر ہوں۔اور اپنی اس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اس خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ سے عرض کی: حضور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی۔فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے جمال سے خواب میں شرف حاصل کیا مجھے جناب باری تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا کہ اُسے حکم دو تا کہ وہ وعظ کہے تا کہ اہل بغداد کی مراد برآئے۔

یہ حکایت دلیل واضح ہے کہ پیران کامل ہر صورت میں مرید کے حالات پر واقف ہوتے ہیں۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 269,268)

علی ہجویری صاحب کے بیان کیے ہوئے اس واقعہ سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ ماموں بھانجے کس پائے کے لوگ تھے۔ایک کا اگر نبی ﷺ سے براہ راست تعلق تھا تو دوسرے کا الہٰ العالمین سے وہ رابطہ کہ وہ ان کو بتا دیتا ہے کہ میں نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے بھانجے کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے! شاید اس بات کے ماننے میں آپ کو کچھ تردد ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر کسی کا چھوٹا اس کی بات نہ مانے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ کر نبی ﷺ کے ذریعہ اپنی بات منوالے؟ تو بھائی آپ کے اس تردّد کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں یہ سب کچھ کیوں اور کس طرح ہوتا ہے

آنے والے صفحات میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔کیا عجب کہ بات دل کو لگ جائے لیکن اس بات کو یاد رکھیے کہ یہ واقعہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کی تائید عبدالقادر جیلانی صاحب نے بھی کردی ہے اور ان کی کتاب ''فتح الربانی'' کے ترجمہ ''فیوض یزدانی'' شائع کردہ مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی (صفحہ 549) میں موجود ہے۔

اس واقعہ میں اہل تصوف کے اس بنیادی تصور کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ:

''یہ حکایت دلیل واضح ہے کہ پیران کامل ہرصورت میں مرید کے حالات سے واقف ہوتے ہیں''

آپ کہہ سکتے ہیں کہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو پیروں کو خدائی کا درجہ دینا ہوا؛ نبی ﷺ کا بھی یہ حال تھا؛ وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے واقف نہ ہوتے تھے اور انہیں بھی ان کے احوال جاننے والوں سے دریافت کرنا پڑتے تھے یہاں پھر میں اپنی مجبوری کا اعتراف اور آپ سے صبر کا تقاضہ کروں گا۔

اسی کشف المحجوب میں ایسے اور واقعات بھی ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ اپنے ماموں اور پیر ''حضرت'' سری سقطی کی طرح خواجہ جُنید بغدادی بھی دل کی باتوں سے واقف ہوتے تھے:

ایک واقعہ ہے کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ سے آپ کا ایک مرید کچھ بداعتقاد ہوا اور اس غلط فہمی میں پڑا کہ اب میں بھی کسی درجہ پر فائز ہو چکا ہوں۔حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے کچھ اعراض کرلیا۔چند روز بعد اس غرض سے آیا کہ تجربہ کرے اور دیکھے کہ میرا خیال جنید پر منکشف بھی ہوا یا نہیں۔اور حضرت جنید اپنے نور فراست سے اس کی حالت ملاحظہ فرمارہے تھے۔جب وہ مرید آیا آپ سے کچھ سوال کرنے لگا۔آپ نے فرمایا کیسا جواب چاہتا ہے الفاظ وعبارات میں یا حقیقت معنی میں مرید نے عرض کی دونوں طرح آپ نے فرمایا عبارتی جواب تو یہ ہے کہ اگر میرا تجربہ کرنے کی بجائے اپنا تجربہ کرلیتا تو میرے تجربہ کا محتاج نہ ہوتا۔ اور اس جگہ تجربہ کی عرض سے نہ آتا۔

اور معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے منصب ولائیت سے معزول کیا یہ فرمانا تھا کہ مرید کا چہرہ سیاہ ہوگیا چیخنے لگا اور پکارا کہ حضور راحت یقین میرے دل سے جاتی رہی توبہ کرنے لگا اور پہلی بکواس سے ہاتھ اُٹھایا۔اس وقت حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ اللہ کے ولی والیانِ اسرار ہوتے ہیں

تجھ میں ان کی ضرب کی برداشت نہیں پھر ایک پھونک اس پر ماری۔ وہ پھر اپنے پہلے درجہ پر متمکن ہوا۔ اُس دن سے خاصانِ بارگاہ کے معاملات میں دخل دینے سے بھی توبہ کی اور پختہ عہد کرلیا۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 271,270)

دل کے حالات سے واقفیت اور ولایت سلب کر کے پھونک مار کر واپس کر دینا کیا معمولی بات ہے، ''حضرت جنید بغدادی'' کی طاقت اور دل کے حالات سے واقفیت کا حال کشف المحجوب کے ایک دوسرے واقعہ سے سُنیے:

اور کہتے ہیں کہ خیر نساج رحمتہ اللہ علیہ پر ایک خاطر رونما ہوئے کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ دروازہ پر ہیں۔ آپ نے اس خطرہ کو اپنے سے دور کرنا چاہا کہ دوسرا خطرہ خاطر مبارک میں آیا۔ آپ اس کے دفع میں مشغول ہوئے کہ پھر تیسری بار خطرہ ہوا کہ حضرت جنید دروازہ پر تشریف فرما ہیں جا کر دیکھا تو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو دروازہ پر کھڑا پایا۔ حضرت جنید نے فرمایا: اے خیر نساج اگر تو پہلے خطرہ کو خاطر میں لے آتا اور سیرت مشائخ پر عمل پیرا ہو جاتا تو اتنی دیر میں دروازہ پر کھڑا نہ رہتا۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر خطرہ خاطر خیر میں آیا تو اس میں جنید کو کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنید شیخ خیر نساج تھے اور شیخ لامحالہ احوال مرید سے واقف ہوتا ہے لہٰذا ان کا فرمانا صحیح تھا۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 593,592)

جنید بغدادی صاحب نے خیر نساج کو بتا دیا کہ تمہارے دل میں پہلا خیال یہ آیا تھا کہ میں دروازہ پر کھڑا ہوں لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ

''پیر کامل ہمیشہ اپنے مرید کے دل کے خیالات سے واقف ہوتا ہے''۔

کشف المحجوب کی عبارت کے بعد جنید بغدادی کی ''بزرگی''، ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضاخاں بریلوی کے ملفوظات میں دیکھیے۔ اس کا ایک صفحہ آپ کے سامنے ہے:

عرض: حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یا اللہ فرمایا اور دریا میں اتر گئے۔ پورا واقعہ یاد نہیں۔
ارشاد: غالباً حدیقۂ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص آیا اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آؤں فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر

ملفوظات مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی حصہ اوّل (صفحہ 117)

پانی پر زمین کی طرح چلنے کی شان ملاحظہ فرمایئے اور یہ بھی کہ اپنے پیچھے آنے والے کو یا جنید یا جنید کا ورد بتلایا اور پھر یہ بھی ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بغیر کسی ''بزرگ'' کے واسطہ کے ممکن نہیں ہے اور قرآن میں جو براہ راست و بلا واسطہ رجوع کا ذکر ہے وہ محل نظر ہے! اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے رسائل میں لکھا کہ عالم تجلیات میں جب جنید بغدادی سے ملاقات ہوئی تو وہ میری غیر معمولی قابلیت سے بہت زیادہ مرعوب ہو گئے لیکن میں نے اُن کو اطمینان دلایا کہ جب آپ کو میرا جیسا جانشین ملا ہے تو پھر کس بات کا ڈر ہے (رسائل ابن عربی جزء ثانی، کتاب تجلیات: صفحہ 35)۔ یہ اور بات کہ جنید بغدادی اور ابن عربی کے زمانوں میں 340 سال کا فرق ہے۔ جنید بغدادی کی وفات ۲۹۸ھ اور ابن عربی کی ۶۳۸ھ میں۔ کچھ ہو بہرحال یہ بات تو واضح ہو گئی کہ ''بزرگ حضرات'' کے سامنے ''برزخ'' کی آڑ کوئی آڑ نہیں جب چاہیں اس کو پار کر لیں۔

''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے جنید بغدادی کی عظمت کا جو واقعہ حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات کی کتاب ''امداد المشتاق'' میں لکھا ہے وہ آپ کے سامنے ہے:

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گذرا آپکی نگاہ اُسپر پڑ گئی اسقدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اُسکے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا (حاشیہ) قولہ اس قدر صاحب کمال ہوگیا **اقول** کمال خاص مراد ہے نہ کہ کمال مطلوب ۱۲

امدادالمشتاق مولفہ اشرف علی تھانوی (صفحہ 102)

کمال خاص اور کمال مطلوب کے فرق کو باقی رکھنا بہت ضروری تھا مبادا ....

یہ ہیں ہمارے ''بزرگوں'' کے وہ کارنامے جوان کے بعد آنے والوں ''بزرگوں'' نے تحریر فرمائے ہیں!

اِتّحَادِ ثلٰثه

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی خدمت میں یہ بات رکھدوں کہ اس سلسلہ میں آپ کا مجھ سے قرآن اور حدیث کی دلیلیں طلب کرنا انصاف نہیں ہے، کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ نہیں یہ تو دینِ طریقت کا میدان ہے اور ان دونوں چیزوں میں مشرق ومغرب کا بُعد اور زمین وآسمان کی دُوری ہے۔ شریعت کی بُنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے: قرآن، حدیث واجماع اور اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے؛ اسی طرح اس دین طریقت کی بھی تین بنیادیں ہیں جن کو **اِتحاد ثلٰثه** کا نام دیا جاتا ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ شروع ہی میں آپ کے سامنے مختصر ترین الفاظ میں دین طریقت کا لُبِ لباب رکھدوں۔ اس سے واقف ہوجانے کے بعد آپ نہ صرف ''حضرت بنوری صاحب'' کی باتوں کی تہہ تک پہنچ جائیں گے بلکہ تصوف کے سلسلے کی ہر مشکل کو چٹکیوں میں حل کرلیں گے۔

(۱) **حُلُول**: اس ''اتحاد ثلٰثہ'' کا پہلا اُصول حُلُول ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعہ نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کرلے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذات خداوندی اُس کے اندر حُلول کرجاتی ہے۔ یعنی لاہوت ناسُوت میں اور موجد موجود میں اُتر آتا ہے۔ اسی لیے ہندوں کے رشی مُنی اور بُدھ مت کے پیرو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہوکر سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اور قرون وسطیٰ

میں اُن کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جُز بن چکی ہیں ۔ان کے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کو رسیوں کے ذریعہ ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ دن گزرتے جاتے اور رسّی اُن کے گوشت کو کاٹ کر اندر اُترتی چلی جاتی اور زخم پیدا ہو کر اُن میں کیڑے پڑ جاتے لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں اضافہ کے لیے برابر کوشاں رہتے ۔زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے کہ ''کھا جو تجھ کو تیرے مالک نے دیا ہے''۔

بہت سے یہ ''بزرگ'' جنگلوں میں مارے مارے پھرتے اور گھاس پھوس پر گزارا کرتے اُسی طرح جیسے کہ بنوری صاحب کے والد صاحب کے واقعات میں پیچھے گزر چکا ہے ۔کچھ ''حضرات'' جانوروں کے بِھٹوں میں ، پرانی قبروں اور مقبروں میں اور بعض کنووں میں اپنا گھر بنا لیتے تھے۔کوئی سالوں چُپ رہتا اور کوئی ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے دکھائی دیتا تھا۔

اس آخری اُمت میں اس نظریہ کی ابتداء عبداللہ بن سبا (یمنی یہودی جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا تھا) کے پیرؤوں سے ہوئی ۔اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں اور اُن کی اولاد میں حلول کر آیا ہے اور اس طرح یہ ''حضرات'' اللہ کے ''اوتار'' ہیں ۔ پھر حلول کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں ،نصیریہ، کیسانیہ، قرامطہ اور باطنیہ سے ہوتا ہوا صوفیاء کے اندر داخل ہو گیا اور یہاں پہنچ کر وہ اصلی برگ و بار لایا۔علی رضی اللہ عنہ کی ''خدائی'' کا عقیدہ خود علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا۔''قوم زط'' کے ستّر آدمی ، جو عبداللہ بن سبا کے چیلے تھے علی رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ **اللہ** پکارتے تھے ۔علی رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بہت سمجھایا لیکن جب وہ اپنا یہ عقیدہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جھونک دیے جانے کا حکم دیا۔لیکن یہ لوگ اپنے ''اُلوہیت علی'' کے اس عقیدے میں اس قدر پختہ تھے کہ آگ میں جل کر بھی پُکارتے رہے کہ علی رضی اللہ عنہ یقیناً اللہ ہیں کیونکہ **لَا یُعَذِبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ** یعنی آگ کا عذاب کوئی نہیں دیتا مگر وہ جو آگ کا رب ہے۔اس طرح یہ لوگ اپنے آخری لمحات میں بھی علی رضی اللہ عنہ کی ''خدائی'' کی گواہی دے مرے۔

یہی عقیدہ فرقہ سبائیہ نصیریہ کا بھی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر گیا ہے اور اس لیے علی رضی اللہ عنہ اللہ ہیں ۔ بنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کے عقد نکاح کے سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کو عرش پر بٹھا کر اسی عقیدے کو رونمائی کا موقع دیا ہے ۔اور اسی لیے خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی فرما گئے ہیں کہ

ع دل مرا بندہ نُصیری کے خدا کا ہو گیا

اسی عقیدہ کے زیرِ اثر یہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جو آواز سُنی تھی وہ علی رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔ صوفیاء میں حسین بن منصور حلاّج اس عقیدے کے پہلے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ یہی تھا کہ لاہوت ناسوت میں حلول کر جاتا ہے۔ خاص کر اپنے متعلق تو اُن کا صریح دعویٰ تھا کہ مجھے میں اللہ "حُلول" کر گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ " **انا الحق** " کا نعرہ لگاتے تھے۔ "حلول مطلق" کا یہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں حلول کیے ہوئے ہے، جو پہلے **جہیمیہ** کا عقیدہ تھا، حسین بن منصور حلاّج اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ اس اُمت میں در آیا اور آج یہ دین تصوف کی رگوں کا خون بنا ہوا ہے۔

حسین ابن منصور حلاّج کے اس سلسلہ کے چند اشعار بہت ہی مشہور ہیں:

۱۔ **سبحان من أظهر ناسوته............ سِرّ سَنا لا هوته الناقب**

۲۔ **ثم بدأ فی خلقه ظاهرا .... فی صورة الاكل والشارب**

۳۔ **حتی لقد عاینه خلقه..........كلحظة الحاجب بالحاجب**

تاریخ بغداد للخطیب بغدادی (جلد 8، صفحہ 129)

ترجمہ: ۱۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے ناسوت کو چمکتے ہوئے لاہوت کا روشن بھید بنا کر ظاہر کیا۔
۲۔ پھر وہ اپنی مخلوقات میں کھانے، پینے والے کی شکل میں آشکار رہا۔
۳۔ یہاں تک کہ اسکو اسکی مخلوق نے اسطرح دیکھا جیسا ایک دیکھنے والا دوسرے کو دیکھتا ہے۔

اسی حسین بن منصور حلاّج کا یہ شعر بھی ہے کہ

عقد الخلائق فی الاله عقایدا........وانا اعتقدت جميع ما اعتقدوه

ترجمہ: مخلوق کے الہٰ کے بارے میں بہت سے عقیدے ہیں اور میں ان کے تمام عقیدوں پر عقیدہ رکھتا ہوں۔ مُراد یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ حلول کیے ہوئے ہے جس کو بھی پُوجو وہ اللہ ہی ہے کوئی اور نہیں۔

اور مزید کہتا ہے:

كفرتُ بدين اللّٰه والكُفر واجب.....لدیّ وعند المسلمين قبيح

ترجمہ: "میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک یہ انکار واجب ہے اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک یہ بہت برا ہے"

اس نظریہ حلول پر ان کا اصرار رہا اور آخر کار خلیفہ بغداد المقتدر باللہ نے اُن کو اپنے وزیر حامد بن العباس کے حوالہ کر دیا۔ لیکن جب انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنے اس عقیدے پر جمے رہے تو ۲۴ر ذوالقعدہ ۳۰۹ھ میں اُنہیں بغداد میں قتل کر دیا گیا اور ان کی لاش کو جلا کر راکھ دریا میں پھینک دی گئی۔ ان خیالات کے باوجود صوفیوں کی اکثریت نے ان کے حق پر ہونے اور ان کے سزا دینے والوں کو باطل پر ہونے کا فیصلہ دیا اور کہا:

؎ روا باشد اناالحق از درختے...... چرا نبود روا از نیک بختے

''اگر ایک درخت سے ''اناالحق'' کی آواز بجا و درست ہوسکتی ہے تو ایک نیک بخت کی طرف سے یہ آواز کیوں درست نہیں''

گویا ان صوفی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ یہ جو کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو آواز سنائی دی تھی وہ درخت کی آواز تھی صوفیوں نے ''حلول'' کے اس فلسفہ کو درست اور بجا نہیں بلکہ اصل راز توحید گردانا اور فرمایا:

من باح بالسر كان القتل شيمنه .... بين الرجال ولم يوخذ له ثار

''جو راز فاش کر دے اس کا انجام قتل کے سوا اور کیا ہے اور ایسے مقتول کا بدلہ بھی نہیں لیا جا سکتا ہے''

کہنا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وصل کے راز کو فاش کر دیا اور راہِ عشق میں یہ افشاء راز بہت ہی شدید جرم ہے اس لیے اُن کو یہ سزا ملی اور خوب ملی۔

ابن حجر عسقلانی ''لسان المیزان'' میں لکھتے ہیں کہ ابن عربی، فصوص الحکم کے لکھنے والے، اُن کی عظمت کا بہت تذکرہ کرتے ہیں۔

اس نظریہ کے مقابلہ میں قرآن کا ارشاد تو یہ کہ

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى (سورة طٰه:۵)

''اللہ تعالیٰ (رحمٰن) عرش پر مستوی ہے۔''

ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں حاضر و ناظر نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہو بلکہ وہ علم، اقتدار اور تصرف کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہے۔ لیکن حلول کے یہ دعویدار اُن کو عرش سے اُتار کر کسی کی ذات میں داخل کر دینے سے کم پر بس نہیں کرتے۔ اسی نظریہ کے زیر اثر کہنے والے نے کہا ہے کہ:

؎ وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہوکر.......... اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

؎ اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام......... رکھ لیا خواجہ غریب نواز

خواجہ نظام الدین اولیاء حسین بن منصور حلاّج کی ''بزرگی'' کے اس قدر قائل تھے کہ آپ نے فرمایا:

روز چہار شنبہ ۴ / ماہ صفر ۲۲ ہ

دولت پا بوسی حاصل ہوئی۔ ذکر مشائخ ہو رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا کہ سیدی احمد کیسے تھے آپنے فرمایا وہ بزرگ شخص تھے۔ عرب تھے عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسیکو بزرگی سے یاد کرتے ہین تو اُسے سیّدی کہتے ہین۔ وہ شیخ حسین منصور حلاج کے زمانے مین تھے جبکہ اُنکو جلایا گیا اور انکی خاک دجلہ مین ڈالی گئی سیدی احمد صاحب نے ذراسی خاک اُس مین سے تبرکاً اٹھا کر کھالی تھی۔ یہ ساری برکتیں اُسی سبب سے اُنہیں حاصل تھی۔

فوائد الفؤاد: ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔ ترجمہ: پروفیسر محمد سرور صاحب شائع کردہ محکمہ اوقاف پنجاب (صفحہ 471) / ترجمہ بریاں صاحب شائع کردہ مکتبہ مجتبائی، دہلی (صفحہ 384)

حلول کا عقیدہ رکھنے والے اور خدائی کے دعویدار کی جلی ہوئی لاش کی راکھ کی برکت کا جب یہ حال ہے تو خود اس کی ''بزرگی'' کا عالم کیا ہوگا جس کی یہ راکھ تھی! اور...... ذرا اُس دولت پا بوسی کی بھی داد دیتے جایے گا جو ہمارے ''بزرگوں'' کی محفلوں کا بہترین نذرانہ ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج: انہیں میں سے مستغرق معنیٰ ابوالغیث حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ آپ سرمستان بادۂ وحدت اور مشتاق جمالِ احدیت گذرے ہیں اور نہایت قوی الحال مشائخ میں تھے۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 300)

علی ہجویری صاحب نے تصدیق فرمادی کہ '' حضرت حسین بن منصور حلاّج رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' سرمستان وحدت اور مشتاق جمالِ احدیت تھے اس طرح سے ان پر جو زندیقیت اور الحاد کے الزام لگائے گئے ہیں، انکا رد ہو گیا! پھر علی ہجویری صاحب فرماتے ہیں کہ:

دیکھتے نہیں کہ شبلی رحمۃ اللہ حضرت حسین بن منصور کی شان میں کیا فرمارہے ہیں آپ کا اعلان ہے۔ اَنَـا وَالْحَلاَّجُ فِیْ شَیْءٍ وَّاحِدٍ فَخَلِّصْنِیْ جُنُوْنِیْ وَاَهْلَکَهٗ عَقْلُهٗ میں اور حسین بن منصور حلاج ایک ہی طریق پر ہیں۔ مگر مجھے میرے دیوانہ پن

نے آزاد کرادیا اور حسین بن منصور کو اسی کی عقلمندی نے ہلاک کرادیا۔
اگر (معاذاللہ) وہ بیدین ہوتے تو شبلی رحمہ اللہ علیہ یہ نہ فرماتے کہ میں اور حلاج ایک چیز ہی ہیں حضرت محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایاھُوَ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ حسین بن منصور حلاج عالم ربانی تھے اور ایسے ہی اوروں نے بھی بہت کچھ تعریف کی اور انہیں بزرگ بتایا۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 302)

''حضرت جنید بغدادی'' کے شاگرد اور مرید شبلی نے بھی انہیں اپنا ساتھی قرار دیا اور اپنے سے زیادہ عقلمند ٹھہرایا! بہر حال کچھ بھی ہو، اُن میں جرأت ضرور تھی کہ اپنے عقیدے پر جمے رہے اور سر دیدیا۔ آج بھی یہی عقیدہ ہے مگر خوف کی وجہ سے ''تدلّی'' اور ''تجلّی'' کے نام سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ اتحاد ثلٰثہ میں سے ایک نظریہ کی کارفرمائی ہے۔ رہا اس اتحاد کا دوسرا جزو، تو وہ اس سے بھی زیادہ ''عظیم الشان'' ہے!

(۲) **وحدۃ الوجود** :اتحاد ثلٰثہ کا دوسرا جزو جس نے قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے خالق ومخلوق کے فرق کو بدل ڈالا ہے، وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ذات کے پھیلے ہوئے حصوں میں سے ایک حصہ ہے، کسی ایک چیز میں دوسرے سے غیریت نہیں یعنی خالق ومخلوق میں وحدت ہے اور دونوں ایک ہیں۔ اس نظریہ کے لحاظ سے کافر ومشرک، فاسق وفاجر، مومن ومسلم شیطان وجن، کتا وبلی، نجاست وغلاظت، یہ سب اللہ کے عین وجود ہیں۔ انہیں ذات الٰہی سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان میں اور ذاتِ الٰہی میں کوئی غیریت ہے اور کائنات میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں، یہ حِس وادراک کا ظاہری پہلو ہے۔ ابن عربی جو صوفیاء میں ''شیخ اکبرؒ'' کے نام سے پکارے جاتے ہیں، اس نظریہ کے موجد سمجھے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ''ہندومت'' سے لیا ہوا یہ نظریہ شروع ہی سے فن تصوف کی جان بنا رہا ہے۔ ہاں ابن عربی اس اُمت مسلمہ کے اندر اس کے علمبردار بن کر ضرور اُٹھے ہیں۔ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اس کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی پوری زندگی اس نظریہ کو پھیلانے میں لگادی ہے۔ ان کی اس کوشش کا ثمرہ یہ ہے کہ آج ہر صوفی کے یہاں اس بات کی کسی نہ کسی شکل میں نمائش ضرور ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں:

الرب حق والعبد حق..................یا لیت شعری من المکلّف

''پروردگار بھی حق ہے اور بندہ بھی حق ۔ کاش میں معلوم کرسکتا کہ ان میں سے مکلّف کون ہے''

ان قلت عبد فذاک میّت..................اوقلت رب انّٰی یکلف

''اگر تم کہو کہ مکلّف بندہ ہے تو بندہ تو مردہ اور میت ہے ۔ اگر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ''رب'' تو وہ کیسے مکلّف ہوسکتا ہے'' (فتوحات مکیہ: جلد ا، صفحہ ا)

اور لکھتے ہیں:

فیالیت شعری من یکون مکلفا..................وما ثم الا اللّٰہ لیس سواہ

''کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ کہ مکلّف کون ہے درآنحالیکہ یہاں اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔''

(رسائل ابن عربی، کتاب الجلالہ: صفحہ 12)

اپنی کتاب فُصوص الحکم کی فص ہارونیہ میں لکھتے ہیں:

فان العارف من یری الحق فی کل شیءٍ بل یراہ عین کل شیءٍ

''پس عارف وہ ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا عین دیکھے ۔''

اور فص ہود میں لکھا:

انہ عین الاشیاء : ''بے شک اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔''

اسی بات کو فتوحات مکیہ میں یوں فرمایا:

ففی الحق عین الخلق ان کنت ذاعینٍ......وفی الخلق عین الحق ان کنت ذاعقلٍ

''پس حق میں عین الخلق ہے اگر تو چشم بینا رکھتا ہے اور خلق میں عین الحق ہے اگر تو عقل والا ہے ۔''

فان کنت ذاعین وعقل معًا فما......تری غیر شیءٍ واحد فیہ بالفعل

''پس اگر تو آنکھ اور عقل دونوں کا مالک ہے تو تُو ایک شے واحد کے علاوہ کسی اور چیز کو بالفعل نہ دیکھے گا۔''

اپنے اس نظریہ ہمہ اوست کے ثبوت میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک توحید عقل والے کی ہے اور ایک توحید عارف صاحبِ تجلیات کی ۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ صاحبِ عقل توحید کا شعر یوں پڑھے گا:

وفی کل شیءٍ لہ آیۃ..................تدل علٰی انہ واحد

''اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے ۔''

اور صاحب تجلی کا شعر یوں ہوگا:

وفی کل شیءٍ لہ آیۃ .... تدل علٰی انہ عینہ

''اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔''

ہر چیز اللہ ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں

یہ اشعار لکھنے کے بعد ابن عربی لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو صاحبِ عقل کے لفظ ''واحد'' اور صاحبِ تجلی کے لفظ ''عین'' میں ہے؛ پس وجود کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اور اسی حقیقت کی بنیاد پر کہنے والے نے کہا ہے کہ میں اللہ ہوں جیسے ابو یزید (بایزید بسطامی) نے کہا **وسبحانی ﴿ مااعظم شانی ﴾** (یعنی میری ذات پاک کی قسم میری شان کتنی عظیم ہے) اور اُن کے علاوہ دوسرے اہل اللہ نے بھی جو پہلے گزر چکے ہیں یہی بات کہی ہے اور یہی بات اُن قولوں میں ملتی ہے جو دوسروں نے ان کے اقوال سے نکال کر نقل کیے ہیں۔ عبارت کا عکس یہ ہے:

فصاحب العقل ینشد

وفی کل شی لہ آیۃ...... تدل علی انہ واحد

وصاحب التجلی ینشد قولنا فی ذلک

وفی کل شی لہ ایۃ...... تدل علی انہ عینہ

بینھما مابین کلمتیھما فمافی الوجود الا اللّٰہ ولا یعرف اللّٰہ الا اللّٰہ ومن وھذہ الحقیقۃ قال من قال انا اللّٰہ کا بی یزید وسبحانی کخیر ممن رجال اللّٰہ المتقد مین و ھی من بعض تخر یجات اقوالھم رضی اللّٰہ عنھم۔

فتوحات مکیہ (جلد ا، صفحہ 272)

اس نظریہ کے لحاظ سے ہر چیز ذات الٰہی کا جزو اور حصہ ہے، کوئی چیز دوسری چیز سے غیریت نہیں رکھتی، صرف فرق مراتب کی وجہ سے صورتیں بدل گئی ہیں، کوئی انسان نظر آتا ہے کوئی جانور، کوئی درخت نظر آتا ہے کوئی پہاڑ، کوئی ولی اور کوئی نبی؛ لیکن ایک فاسق و فاجر بھی دراصل ''ذات خداوندی'' کا ایسا ہی حصہ ہے جیسا ایک بزرگ ولی؛ اسی طرح ایک جانور بھی ذات حق کا ایک جزو ہے اور ایک پرندہ بھی ...... اسی لیے اس فن کے کاملین کبھی کتے کے بھونکنے پر لبیک، لبیک کا نعرہ

لگاتے ہیں اور کبھی کوّے کی آواز پر۔ اور اگر دریافت کیا جاتا ہے کہ ''حضرت یہ کیا؟ یہ تو کتے اور کوّے کی آواز ہے'' تو جواب ملتا ہے کہ ''مجھے تو ہر آواز آوازِ خداوندی معلوم ہوتی ہے، اسی لیے میں لبیک لبیک کا نعرہ لگاتا ہوں''!

ابن عربی کے اس نظریہ نے قرآن اور حدیث کی ساری قدروں کو بدل ڈالا ہے عالم دنیا حادث کے بجائے قدیم بن گیا، اللہ تعالیٰ کو معطل کر ڈالا گیا، خیر و شر کی تمیز باقی نہ رہی، تکلیف اٹھالی گئی، جنت و جہنم بے معنی چیزیں بن گئیں۔ آخر وہ کون سا الٰہ ہے جو اپنی ذات کو جہنم کے سپرد کر دے گا! ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو کر لطف و لذت کا سامان مہیا کرے گی۔ اس نظریہ نے اس قدر زور پکڑا کہ ساری دنیا میں اس کے حامی، اس کے علمبردار پیدا ہو گئے: کہیں ''مولانا جلال الدین رومی'' نے اس کا نعرہ لگایا اور کہیں ''خاندان ولی اللّٰہی'' نے اس کے جھنڈے اٹھائے۔ اور آج اسلام کی جو صورت بنی ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ اس نظریہ کا ہے۔

(۳) **وحدۃ الشھود**: اتحاد ثلٰثہ کا تیسرا ٹکڑا ''وحدۃ الشہود'' ہے۔ اس کو ''فنا فی اللہ'' ہونا بھی کہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی محبت اور ریاضت کو اس قدر فروغ دے کہ حلولیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو عرش سے اُتار کر کسی ذات میں داخل کرنے کے بجائے خود عروج کرے اور بلند ہو کر ذاتِ الٰہی میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنی ذات کو فنا کر کے بقا حاصل کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے وحدۃ الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ) نے ایجاد کیا ہے اور برصغیر ہند و پاک میں ''مجدد الف ثانی'' سرہندی نے اسے اوج کمال تک پہنچایا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ شروع ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسمٰعیل ہروی (متوفی ۴۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم اور کشف المحجوب کے مصنف علی ہجویری (متوفی ۴۶۵ھ) اور غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی وغیرہ کے مصنف شیخ عبدالقادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) نے اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے ہیں، چاہے اس کو یہ نام نہ دیا ہو۔

ان تینوں نظریوں کی ایجاد کا مقصد یہ تھا کہ خالق و مخلوق، عبد و معبود کا وہ فرق باقی نہ رہے جو ذوق ''خدائی'' کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور جس کو قرآن و حدیث نے ہر جگہ، ہر مرحلہ پر، ہر وقت، ہر آن بیان کیا ہے۔ اور انجام کار ایسی ذاتیں وجود میں آئیں جو خالق و مخلوق،

عبد و معبود، دونوں کی صفات کی حامل ہوں: کبھی خالق بنیں کبھی مخلوق، کبھی عبد کبھی معبود، اور زمانہ گواہ ہے کہ اس معاملے میں ان ''حضرات'' کو پوری کی پوری کامیابی حاصل ہوئی اور عبد و معبود دونوں کی صفات سے مرکب ایسی بے شمار مخلوط ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں............

''اتحاد ثلاثہ'' کے ان تینوں اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ تینوں کے تینوں قرآن وحدیث کے یکسر خلاف ہیں لیکن ان تینوں نظریات میں صرف وحدت الوجود کے نظریہ میں یکسانی و ہمرنگی پائی جاتی ہے کیونکہ اُس کے مطابق ہر چیز ذات الٰہی کا ایک ٹکڑا ہے اور اس لیے ہم جنس؛ اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو ہم جنس میں اتحاد ہوتا ہے۔ باقی دو نظریئے ''حلول'' اور ''وحدت الشہوذ'' کے تو وہ بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ ان میں غیر جنسوں میں اتحاد کا دعوٰی کیا جاتا ہے: حلول ذات الٰہی کو ذات انسانی میں داخل کرتا ہے، مگر عرش سے اتار کر، اور وحدت الشہود ذات انسانی کو ذات الٰہی میں سموتا ہے، اوپر اٹھا کر۔ لیکن اتنی بات تو بہرحال کہنی پڑے گی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور یہ بھی کہ ؏ یہ دُھوپ چھاؤں حسب ضرورت بھی خوب ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے علمبرداروں کی اپنی کتابوں سے نمونے کے طور پر چند اقتباسات آپ کے سامنے آجائیں۔ یاد رکھیے کہ بہت ہی اختصار سے کام لوں گا...... ورنہ قرآن اور حدیث کے مقابلے کے لیے اس قدر مواد ان ''حضرات'' نے جمع کر رکھا ہے کہ اس کے لیے ہزاروں اور لاکھوں صفحات بھی کم ہیں۔ سب سے پہلے میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے اپنے ملفوظات سے جو اُن کے صاحبزادہ نے مرتب کیے تھے اور کتاب کا نام ''الفتح الربّانی'' رکھا تھا، ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہاں بھی وہی ''اتحاد ثلٰثہ'' کا فلسفہ کام کر رہا ہے۔ دیکھیے اور ''اولیاء اور ابدال'' کا مقام پہچانیے اس کا کچھ خیال نہ کیجیے کہ قرآن کریم اولیاء اللہ کے لیے صرف یہ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (سورۃ یونس:٦٣)

''(اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔''

لیکن یہاں تو کچھ اور ہی بات معلوم ہو رہی ہے۔ (رہے ابدال تو ایک جھوٹی روایت کے علاوہ کوئی صحیح روایت ابدال کی موجودگی کے اثبات کے لیے موجود نہیں ہے)

يَاضَعِيفَ الْيَقِيْنِ لَادُنْيَا عِنْدَكَ وَلَا اٰخِـرَةَ وَ ذٰلِكَ بِسُـوْءِ اَدَبِكَ الْحَقِّ عَزَّ وَجَلَّ وَتُهَمَتِكَ لِاَوْلِيَائِهٖ وَاَبْدَالِ اَنْبِيَائِهِ الَّذِيْنَ اَقَامَهُمُ الْحَقُّ عَزَّوَجَلَّ مَقَامَهُم حَمَّلَهُمْ مَاحَمَّلَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِيْقِيْنَ سَلَّمَ اِلَيْهِمُ اَعْمَالَهُمْ وَعُلُوْمَهُمْ اَفْنَاهُمْ عَنْ نُفُوْسِهِمْ وَاَهْوِيَتِهِمْ وَاَوْجَدَهُمْ بِهٖ وَاَقَامَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ طَهَّرَ قُلُوْبَهُمْ عَمَّا سِوَاهُ وَجَعَلَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ وَالْخَلْقَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ	اے **ضعیف الیقین** ! نہ تیرے پاس دُنیا ہے نہ آخرت اور یہ تیری حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور اس کے ان اولیاء وابدال پر الزام رکھنے کی وجہ سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے انبیاء کا قائم مقام بنایا ہے کہ نبیوں اور صدیقوں پر (اصلاح اُمت کا) جو بوجھ رکھا تھا وہی ان پر رکھ دیا ہے۔ انبیاء کے (مقدس) اعمال اور اُن کے (پاکیزہ) علوم اُن کے حوالہ کیئے ۔ انکے نفوس وخواہشات سے ان کو فنا کردیا اور اپنے ساتھ بقا عطا فرما کر اپنے سامنے کھڑا کرلیا ۔ اپنے ماسویٰ سے ان کے دلوں کو پاک کیا اور دُنیا اور آخرت اور ساری مخلوق ان کے ہاتھ میں دیدی۔

مجلس 51 رفیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی یعنی ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی مترجم عاشق علی میرٹھی،
مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی (صفحہ 365)/مطبوعہ بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ (صفحہ 357)

یہ ہے مقام ''اولیاء اور ابدال'' کا! ہماری دنیا اور آخرت ان کے ہاتھوں میں ہے ! لیکن جنس انسانیت کی مجبوری ملاحظہ فرماییے کہ ''اولیاء اور ابدال'' کا یہ درجہ کہ دنیا، آخرت اور سای مخلوق ان کے ہاتھ میں، پھر خود اتنے بڑے ''ولی'' کہ اسی کتاب کی مجلس 2 صفحہ نمبر 21 لکھا ہے کہ فرمایا:

وَلَوْلَا الْحُكْمُ لَتَكَلَّمْتُ بِمَا فِيْ بُيُوْتِكُمْ

''اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتا دیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے''

مگر افسوس کہ وفات کے بعد عبیداللہ بن یونس وزیر بغداد کے ایک نہایت ناخوشگوار سلوک سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے:

> وفيها تُوفّي عُبَيْدالله بن يونس بن احمد الوزير جلال الدين أبـو المظفر الحَنْبلِيّ ولى حجابة الديوان ثم استوزره الخليفة ؛ وكـان امـامـا عـالـما فى الاصلين والحساب والهندسة والجبر

والمقابلة ، غير انّه شان أمره بامور فعلها ، منها: انه أخرب بيت الشيخ عبدلقادر [الجِيلانیّ][٢] وشقّت اولادَه ، ويقال: انه بعث فی الليل من نَبَشَ علی الشيخ عبدالقادر ورَمَی بعظامه فی اللُّجّة ، وقال: هذا وقف مايحلّ ان يدفَن فيه احد –

النجوم الزاہرۃ(جلد6، صفحہ142)، الذیل علی روضتین تراجم رجال القرنین السادس والسابع (صفحہ13) وشذرات الذہب (جلد 4 صفحہ 313-314)

''اسی سال (۵۹۳ھ) میں عبیداللہ بن یونس بن احمد الوزیر جلال الدین ابوالمظفر الحنبلی نے وفات پائی۔ وہ شروع میں سرکاری دفاتر کا نگراں تھا بعد کو خلیفہ نے اسے وزیر مقرر کردیا۔ وہ قرآن وحدیث وفقہ، حساب، انجینئری، الجبرا اور علم الانساب کا عالم اور امام تھا مگر اس نے چند اعمال سے اپنے معاملہ کو لوگوں کی نگاہ میں گرالیا اور ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے گھر کو مسمار کر کے ان کی اولاد کو دربدر کردیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے رات کے وقت آدمی بھیجا جس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی قبر کھود ڈالی اور ان کی ہڈیاں دریا (دجلہ) کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا دفن کیا جانا حلال نہیں۔

معلوم ہوا کہ جوش وجذبہ کی فراوانی کی حالت میں انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے مگر آخر کار پتہ چلتا ہے کہ حق صرف یہ کہ

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعراف : ۱۸۸)

''کہہ دیجے کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ،
ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے''

سچی بات یہ ہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے بنے ہوئے ''اتحاد ثلٰثہ'' کے اس نظریہ کو ایجاد کر کے ابن عربی اور دوسرے صوفیا نے توحید، رسالت، آخرت، نیکی وبدی، عذاب وثواب، جنت وجہنم، عبد ومعبود، خالق ومخلوق کے سارے قرآنی مفہوم بدل ڈالے، اور اپنی اصلی منزل متعین کرلی۔ وہ منزل ''ذات الٰہی'' سے اتصال پیدا کر کے ''مقام الوہیت'' کے حصول کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اس سے کم پر اُن کے کسی حوصلہ مند کی نگاہ نہیں ٹھہری اور اس سیر وسلوک کے مرحلے میں اگر کوئی ''مقام صحابیت'' یا ''مقام نبوت'' پر رُکا بھی تو اُس کو نشانِ راہ سمجھ کر، ورنہ عزم یہی رہا کہ ؏ اور آگے چلیں گے دم لے کر یہ تو اُن ''حوصلہ مندوں'' کا معاملہ ہے جو آگے بڑھے اور بڑھتے گئے لیکن جو ''کم ہمت'' آگے

نہ بڑھ سکے انہوں نے بھی اپنے اندازِ نگاہ کو نہیں بدلا۔ معیار ایک ہی رہا اور وہ یہ کہ ''بزرگ'' وہی ہے جو ''مقام خدائی'' تک پہنچ کے رہے اور بس۔

علی ہجویری صاحب نے کشف المحجوب نامی کتاب میں اسی ''اتحادِ ثلٰثہ'' کے ایک جُزو ''وحدۃ الشہود'' (یعنی فنا فی اللہ) کی ترجمانی کی ہے (حالانکہ کہ دوسرے دونوں جُزو بھی نام بدل کر اس کتاب میں موجود ہیں) اور اپنی یہ کتاب اس نظریہ کی ایسی حکایات سے بھردی ہے جن کا وجود قرآن وحدیث کے لیے بالکل اجنبی ہے! یہ بات دین تصوف کے اماموں کی زندگیوں کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے کہ ''بزرگان دین'' کس قدر عالم الغیب ومتصرف فی الامور ہوا کرتے ہیں۔ اب ایک اور واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کو بھی پڑھیے اور صاحب واقعہ کی ''بڑائی'' کی داد دیجیے:

۱۵ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہوکر مصر سے جدّہ روانہ ہوا۔ ہمارے ساتھ ایک جوان خرقہ پوش بھی سوار ہوا۔ میرے دل میں اس کے پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس وجہ سے میں اس سے کلام بھی نہ کرسکا۔ اس لئے کہ وہ بڑا بزرگ تھا اس کی ایک ساعت بھی یادالٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ ایک روز کشتی میں لوگوں میں سے کسی کی تھیلی سے ایک جوہر گم ہوگیا تھیلی والے نے اس جوہر کا الزام اس جوان خرقہ پوش کے سر لگایا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوئے۔ میں نے لوگوں کو روکا اور اس بہانے سے میں ان کے قریب ہوگیا اور گفتگو شروع کی۔ جب میں نے لوگوں کی بدگمانی ان پر ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ جوہر تھیلی سے آپ نے لیا ہے۔ اب فرمائیں کیا کرنا چاہیے۔ یہ سُن کر اُس جوانِ باخدا نے آسمان کی طرف منہ کرکے کچھ فرمایا میں نے دیکھا سمندر کی تمام مچھلیاں سطحِ سمندر پر آگئیں اور ایک ایک جوہر منہ میں لئے ہوئے تھیں۔ آپ نے ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھلی کا جوہر گم ہوا تھا کشتی کے سب لوگوں نے یہ کمال دیکھ کر آپ کی طرف عقیدتمندی کا مظاہرہ شروع کرنا چاہا۔ انھوں نے اس کشتی سے پاؤں دریا میں ڈال دیا اور سطح آب پر چلنے لگا۔ یہ جوہر چرانے والا ملاّحوں میں سے ایک تھا۔ اس نے گھبرا کر وہ جوہر دے دیا اور اہلیانِ کشتی شرمندہ ہوئے۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 420)

''کاملین'' کے تصرفات کا جب یہ عالم ہو تو کیوں نہ دنیا میں ان کی بڑائی کی دُھوم مچے اور دلوں میں ان درجات کے حصول کی تمنائیں مچلیں! اس واقعے کے بعد دوسرا واقعہ بھی پیش نظر رہے جو خاص علی ہجویری صاحب کے ساتھ پیش آیا ہے:

> ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لیے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کر چلو تا کہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں۔ اور ہماری مشکل حل ہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ مناجات ابن حسین کے اشعار ان سے سنوں۔
>
> دوسرے نے سوچا مجھے طحال کا مرض ہے یہ اچھی ہو جائے۔
>
> تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔
>
> جب ہم ان کی کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعار مناجات ابن حسین لکھے تھے میرے آگے رکھ دیئے اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا وہ جاتی رہی تیسرے کو کہا حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیا کے لباس والے کو سپاہیوں کا مطالبہ دُرست نہیں دو باتوں سے ایک بات اختیار کر۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 544)

عناصر اور عناصر میں زندگی بسر کرنے والی چیزوں پر حکمرانی کی اس حکایت کے بعد پیر کامل کی غیب دانی اور اُس کے دست شفاء پر نگاہ ڈالیے۔ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے بہر حال ایسی سینکڑوں حکایات صاحب کشف المحجوب نے لکھ کر ثابت کر دکھایا ہے کہ اللہ کی ذات میں فنا ہو کر وہ درجہ ملتا ہے کہ مالک ومملوک، عبد ومعبود اور غیب وشہادۃ کا فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ اس ملاپ سے ایک ایسی ''قدر مشترک'' وجود میں آتی ہے جو کبھی بلند ہو کر ''خدائی'' کرتی ہے اور کبھی نزول فرما کر بندگی کا حق ادا کرنے میں لگ جاتی ہے! یہی وہ بات ہے جو یوں کہی گئی ہے کہ ؏ ''گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی'' یعنی ہر چیز ہے تو ایک ہی ذات مگر مرتبہ مرتبہ کی بات ہے اگر تو نے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا تو یہ زندیقی ہوگی۔ دراصل یہ ''قدر مشترک'' ہی وہ چیز ہے کہ ''خدائی'' جس کو سزاوار اور ''اُلوہیت'' جس کا حق ہے۔ اسی لیے اس دین کے ماننے والوں کا ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ذات الٰہی سے اتصال پیدا

ہو جائے۔ جنت اور جہنم کی ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو جنت میں آگ لگانے اور جہنم کی آگ کو بجھا دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

سَابِقُوٓا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ جَنَّۃٍ عَرۡضُهَا کَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ (الحدید:۲۱)

''دوڑو (اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو) اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین جیسی ہے۔''

یاد رہے کہ ''اتحادِ ثلاثہ'' کا یہ نظریہ تسامح یا کسی لغزش کی وجہ سے وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ ایک سوچا سمجھا، بنایا سنوارا نظریہ ہے جو ان چار مشہور سلسلوں ہی کی نہیں، سارے سلسلوں کی اصل اور صوفیا کی طرف سے قرآن وحدیث کی توحید کا کھلا ''جواب'' ہے۔ اسی لیے حسین بن مصنور حلاّج سے جب شیخ ابو عمر بن عثمان مکی نے دریافت کیا کہ یہ تم کیا لکھ رہے ہو تو جواب ملا کہ قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں! یا جیسے شیخ عفیف الدین تلمسانی نے کہا کہ قرآن میں توحید کہاں ہے، وہ تو پورے کا پورا شرک سے پُر ہے اور جس شخص نے قرآن کی پیروی کی، وہ کبھی توحید کے بلند مرتبہ تک نہ پہنچ سکے گا! کیونکہ قرآن وحدیث کی توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کوئی دوسری چیز شریک نہیں ہے اور تصوف کی توحید یہ کہ کائنات کی ہر چیز ''ذاتِ خداوندی'' کا حصہ ہے (لاموجود الا اللہ)، چاہے وحدت الوجود کے نظریہ کے ماتحت یا حلول اور وحدۃ الشہود کے اتصال واتحادِ الٰہی کے ذریعہ!

اس طرح سے تصوف کی توحید کا مطلب اتحادِ خالق ومخلوق کے ذریعہ ایک ایسی ذات مرکب اور ''قدرِ مشترک'' کا وجود میں آنا ہے جو خالق ومخلوق دونوں کی صفات کی حامل ہو، جب چاہے ''کبریائی'' کے تخت پر جلوہ افگن ہوا ور جب مرضی میں آئے بندگی کے تقاضے پورے کرنے لگ جائے! ظاہر ہے کہ توحید کے اس تصور میں قرآن وحدیث کی توحید کا شائبہ تک نہیں۔ قرآن کا الٰہ ''ایک''، یکتا ویگانہ اور اس دین طریقت میں ''اقدارِ مشترکہ'' کی ان گنت فوج! قرآن اور حدیث کا دینِ توحید، بندگیٔ الٰہِ واحد کی دعوت دیتا ہے اور تصوف کا یہ دینِ اتحاد حصولِ ''خدائی'' والوہیت کی طرف بلاتا ہے!

شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے آپ کو صرف نظریہ کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس نظریے سے ظہور میں آنے والی انتہائی حدوں تک گئے ہیں اور درجہ نبوت کے مقابلہ میں درجہ ولایت کی برتری ثابت کر دکھائی ہے اور کہا ہے:

مقامُ النَّبُوَّةِ فی برزخٍ ....فویق الرَّسُولِ ودُ ون الولی

''نبوت کا مقام بیچ میں ہے، رسول سے کچھ اوپر ولی سے نیچے''

اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم الانبیاء کے مقابلہ میں ایک ولی زیادہ عزت والا، زیادہ افضل ہے۔ اس کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ابوعبداللہ الحکیم الترمذی کے نظریہ ''ختم ولایت'' کو اپنا کر خاتم الاولیاء ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا:

انا ختم الولایة دون شکٍ ....لو رث الھاشمی مع المسیح

''میں بیشک خاتم الاولیا ہوں کیونکہ مجھے ہاشمی ولایت کے ساتھ ساتھ مسیحی ولایت بھی حاصل ہے''

یہ سب کچھ نظریہ وحدت الوجود کی کرشمہ کاری ہے۔ دراصل کہا یہ جارہا ہے کہ محمد ﷺ ذات الٰہی کے ایک جُزو ضرور ہیں مگر فرق مراتب کے لحاظ سے ذات الٰہی کے مظہر ''افضل البشر'' کی شکل میں انہیں جگہ ملی ہے، اس سے آگے کی راہیں آپ ﷺ پر بند ہیں، مگر ولی پر کوئی بندش نہیں، وہ ''واصل بحق'' ہوکر ''شان خداوندی'' کے ساتھ ہر آن جلوہ فرما ہے، اُس کا اتصال براہ راست ''ذات خداوندی'' کے ساتھ ہے اور افضل الانبیاء، افضل البشر بہرحال ایک فرشتہ کے درمیانی واسطے کا محتاج ہے......!

یہی بات امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) پہلے ہی کہہ چکے تھے اور اسی لیے انہیں کلمے کی دو قسمیں کرنا پڑیں: ایک عوام کا کلمہ اور دوسرا خواص کا جو''واصل بحق'' ہوکر وحدت الوجود کے نظریے کا اثبات کر چکا ہو۔ آپ نے مشکوٰۃ الانوار نامی کتاب میں لکھا:

> **جس کا وجود غیر سے آیا ہے وہ مانگا ہوا وجود ہے اور اسے اپنی ذات میں کوئی قیام حاصل نہیں۔ بلکہ جب اس کی ذات پر من حیث الذات غور کیا جائے گا تو وہ محض عدم ہوگا۔ کیونکہ اس کا وجود غیر کی نسبت سے ہے اور یہ حقیقی وجود نہیں جیسا کہ کپڑے اور غنی کی مثال سے تم نے سمجھ لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقۃً موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حقیقی نور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔**

مشکوٰۃ الانوار از امام غزالی (صفحہ 25)

بات صاف ہوگئی کہ حقیقی موجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اب اگر اس ایک موجود ہستی کا کوئی جزو اپنے کُل سے آکر مل جائے تو کیا ایسا ملاپ ایک ''خصوصی ذات'' کو جنم نہ دے گا؟ اسی لیے امام غزالی نے کہا:

لا اِ لٰہَ اِلاّ اللہ عوام کی توحید ہے اور لَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ (نہیں مگر وہی) خواص کی توحید ہے۔ کیونکہ وہ عام ہے اور یہ خاص۔ اور یہ زیادہ شامل زیادہ لائق، زیادہ دقیق ہے اور اس کے ماننے والے کو فردانیت میں زیادہ داخل کرنے والا ہے۔مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے۔

مشکوٰۃ الانوار (صفحہ 31)

"لاالٰـہ الا اللّٰـہ" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا کلمہ ہے اور یہی کلمہ رسول ﷺ نے خود بھی پڑھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا۔ تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ اسی پر ایمان لائے تھے۔ اب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اگر عوام ہیں تو پھر خواص کون ہوں گے؟

دیکھیے کیسے فیصلہ فرما دیا گیا کہ "مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے" یعنی خالق و مخلوق، عبد و معبود میں دوئی باقی نہ رہے۔ اب اگر آپ مخلوقات کی اس معراج فردانیت کی شان ملاحظہ فرمانا چاہیں تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے ملفوظات کی کتاب "امداد المشتاق" کو اپنے سامنے رکھیے اور پڑھیے:

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ سے ملاقی ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اسقدر پوچھا تھا **ماتلک بیمینک یاموسیٰ** تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ **ھی عصای اتوکا ء علیھا واھش بھا علی خفنمی ولی جیھا مارب اخری** الایۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا **ادب یا غزالی** (**حاشیہ**) قولہ **ادب یا غزالی اقول** یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو مکشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہوگیا وہ معراج جسدی حضور کی

مراد نہیں کہ ابعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُنکی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲

امداد المشتاق مؤلفہ اشرف علی تھانوی (صفحہ 92)

حاشیہ لکھنے والے صاحب مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ بات بنائے نہیں بنتی کیونکہ امام غزالی ۴۶۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی اور معراج نبوی ﷺ ہجرت سے بھی پہلے واقع ہوئی۔ اس طرح سے معراج کے واقعہ اور امام غزالی کی پیدائش کے درمیان کم سے کم چار سو ساٹھ سال کا فرق ہے۔ یہ پیدائش سے پہلے معراج کے موقعہ پر پہنچ جانا کسی عام انسان کے بس کی بات تو نہیں ہے یہ تو اُنہیں کا دل گردہ ہے جو ''مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت'' تک پہنچ چکے ہوں اور پھر ان کی یہ فردانیت کرشمہ کاری کا کام سنبھال لے دراصل جو ''واصل بحق'' ہوکر ''فردانیت'' کے مقام تک پہنچ گیا، اس کے لیے حال کیا اور ماضی اور استقبال کیا!

''مولانا جلال الدین روم'' بھی اسی نظریے کے علمبردار ہیں لیکن انہوں نے نبی ﷺ کو بھی اولیاء کے ساتھ ساتھ الوہیت میں درجہ دیا ہے اور ''مجدد الف ثانی صاحب'' کی طرح اُن سے آگے نکل جانے کی کوشش نہیں کی۔ ان دونوں ''حضرات'' کا بیان اور ان کے خیالات آپ کے سامنے ہیں۔ ''مولانا روم'' فرماتے ہیں:

بندہ خود خواند احمدؐ در رشاد ......جملہ عالم رابخوان ''قُل یاعباد''

یعنی تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود ہی اپنے نبی ﷺ کا بندہ قرار دیا۔ یہ سورۃ الزمر کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:۵۳)

''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔''

اس طرح ''مولانا روم'' نے اپنے عقیدے کے مطابق ''عِبَادِيَ'' کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی ﷺ کی طرف پھیر کر نظریہ وحدت الوجود کی ''حقانیت'' کو ثابت کر دکھایا اور معنی یہ بتائے کہ اے نبی ﷺ! **اپنے اُن بندوں** سے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، کہہ دیجیے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ گویا ہم اور آپ نبی ﷺ کے بندے ہیں! اور ''مفسر قرآن حکیم الامت'' اشرف علی

تھانوی نے ''مولانا روم'' کی بات کے لیے دلائل بھی مہیا فرما دیے اور امداد المشتاق میں لکھا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا:

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسولؐ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمته اللّٰه اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ارشاد فرمایا اے وا۔

امداد المشتاق (صفحہ 93)

''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب کی تائیدی دلائل ملاحظہ فرمایے اور حاجی صاحب کا خوش ہو کر ''اے وا'' کہنا بھی! صرف یہی نہیں بلکہ اس وحدت الوجود کے نظریے کو ایک ''بزرگ'' نے نجاست کھا کر عملاً ثابت کر دکھایا ہے۔ ملاحظہ فرمایے:

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھا لیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھا لیا **اقول** اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲

امداد المشتاق (صفحہ 110)

دیکھا آپ نے! ہر چیز کا ایک ہونا ''حقیقت'' کے لحاظ سے تو ہے ہی لیکن اگر کوئی سرکش شک پیدا کرے تو یہ ''اللہ والے'' تصرف کر کے یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ ''احکام'' کے لحاظ سے بھی وحدت الوجود حق ہے! سبحان اللہ

یوں تو احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی صاحب کا تفصیلی بیان بنوری صاحب کے والد صاحب کے سفر سرہند برائے زیارت قبر مجدد، میں آئے گا لیکن یہاں یہ بات آ جانی مناسب ہے کہ

ہر چند کہ آپ ''وحدۃ الشہود'' کے نظریے کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں، اس کے باوجود ''وحدت الوجود'' کے اعتقاد کو بھی ساتھ ہی ساتھ نباہتے جاتے ہیں۔ آپ نے محمد ﷺ کو ذات الٰہی کا ایک جزو ثابت کرنے کے لیے ایسے دلائل مہیا فرما دیے ہیں کہ اگر کوئی ان کے قول میں تاویل کر کے قرآن وحدیث سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اُس کے چھکے چھوٹ جائیں! ملاحظہ ہو:

وزمین وزمان را بطُفَیلِ او خَلَق فرمودہ است کَمَا وَرَدَ بایددانست کہ خَلَقِ محمدی درنگِ خلقِ سائرِ اَفْرادِ انسانی نیست بلکہ بخَلْقِ ہیچ فردے از اَفْرادِ عالَم مناسبت ندارد کہ او صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَاوُ جودِ نشاعُنْصُری از نورِ حق جَلَّ وَعَلَا مخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ودیگران را این دولت میسر نشدہ است۔

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر سوم، حصہ نہم، مکتوب 100 (فارسی) (صفحہ 75,74)

اور زمین وآسمان کو انہی کی طفیل پیدا فرمایا ہے۔ کما وَرَدَ۔ جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدیؐ تمام افراد انسان کی پیدائش کیطرح نہیں۔ بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔

ترجمہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مترجم خواجہ حافظ عبدالکریم (صفحہ 266)

جابر رضی اللہ عنہ سے منسوب اس موضوع روایت کے ذریعے کس چابکدستی کے ساتھ ''مجدد'' صاحب نے نبی ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات کی شرکت ثابت فرما دی! اہل کتاب نے بھی اپنے رسولوں کے لیے اس بات کی کوشش کی تھی مگر وہ نطفے کا واسطہ لانے پر مجبور ہو گئے۔ ہمارے ان ''بزرگ'' نے کچھ اس طرح بلا واسطہ اور براہ راست ذات کی شرکت کا ثبوت بہم پہنچایا کہ عقل حیران ہے! پھر ''مجدد'' صاحب نے وحدت الشہود کے ماتحت اپنا ''فنا فی اللہ'' ہونا کچھ اس شان سے واضح فرمایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے! ذات الٰہی سے متصل ہو کر انسانیت کی ابتداء اور انتہا کا جو نظارہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے، وہ سُننے اور یاد رکھنے کے لائق ہے! ارشاد فرماتے ہیں:

اس فقیر کو بھی اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے بعض اوقات یہ حالت پیش آئی ہے۔ اور میں نے ملائکہ کو عین سجود کی حالت میں پایا ہے جو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو کررہے تھے، کہ ابتک انھوں نے سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔ اور ملائکہ علیّین کو جنھیں سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا تھا اُن سجدہ کرنے والے فرشتوں سے الگ دیکھا کہ وہ اپنے مشہود (جس کا وہ مشاہدہ کررہے تھے) میں فنا اور غرق ہیں اور وہ تمام حالات جن کا آخرت میں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ سب اسی آن (گھڑی) میں دکھائی دیئے چونکہ اس واقعہ پر ایک مدت گذر گئی ہے اس لئے میں نے احوالِ آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی۔ کیونکہ مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔

مبداء ومعاد مصنفہ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی مترجم زوّار حسین نقشبندی مجددی (صفحہ 189,188)

اللہ اللہ! ایک بات تو یہ ہوئی کہ فرشتے تخلیق آدم کے وقت سے لے کر ''مجدد'' صاحب کے زمانے تک سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ''حضرت'' نے اپنے اس مشاہدے کے ذریعے قرآن کی اُن دو آیتوں کی ''تصحیح'' فرما دی جو بیان کرتی ہیں کہ سارے کے سارے فرشتے سجدہ ریز ہوگئے، ایک بھی پیچھے نہ رہا:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (الحجر: ۳۰ / سورۃ صٓ: ۷۳)

''پس سجدہ کیا ملائکہ نے اور سب کے سب نے''

''مجدد الف ثانی صاحب'' نے بتا دیا کہ

''ملائکہ علیّین حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے ملائکہ میں شامل نہ تھے، ان کو میں نے بچشم سر دیکھا ہے''

اور **شنیدہ کے بود مانند دیدہ** ایک یقینی بات ہے۔ پھر شاباش ہے اس کو جو اس حیات دنیا ہی میں غیب کا عینی مشاہدہ کرلے، جنت ودوزخ، حور وغلمان اسکی نگاہ کے سامنے ہوں! اور قابل قدر ہے وہ ذات جسکے سہارے محمد ﷺ کو ایک الف (ہزار) سال بعد یعنی الف ثانی میں عروج حاصل ہوا ہو! ملاحظہ فرمایئے:

حقیقتِ کعبہ کے مقام میں حقیقتِ محمدیؐ کا عروج

جاننا چاہے کہ جس طرح کعبہ کی صورت چیزوں کی صورتوں کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ اُن چیزوں کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ اور میں ایک عجیب بات کہتا ہوں، جو اس

سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ کسی بتانے والے نے بتائی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے صرف مجھے بتائی اور صرف مجھ پر الہام فرمائی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ آں سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے زمانہ رحلت سے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ حقیقت محمدیؐ اپنے مقام سے عروج فرمائے گی اور حقیقت کعبہ کے مقام میں (رسائی پاکر اس کے ساتھ) متحد ہو جائے گی ۔ اس وقت حقیقت محمدیؐ کا نام حقیقت احمدی ہو جائے گا ۔ اور وہ ذات ''احد'' جل سلطانہ کا مظہر بن جائے گی اور دونوں مبارک نام (محمد واحمد) اس مسمّٰی (مجموعہ حقیقت محمدی وحقیقت کعبہ) میں متحقق ہو جائیں گے اور حقیقت محمدیؐ کا پہلا مقام (جہاں وہ اس سے پہلے تھی) خالی رہ جائے گا اور وہ اس وقت تک خالی ہی رہے گا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں ۔ اور نزول فرمانے کے بعد شریعت محمدی علیہا الصلوٰت والتسلیمات کے مطابق عمل فرمائیں ۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدیؐ کے اس مقام میں جو خالی چلا آ رہا تھا استقرار پائے گی (یعنی قیام پذیر ہو جائے گی)

ترجمہ مبداء ومعاد (صفحہ 306,305)

زندہ باد ...... کیا خوب! حقیقت محمدی ﷺ کو عروج حاصل ہوا، اُس نے اپنے مقام سے عروج کیا اور حقیقت کعبہ کے مقام میں (رسائی پا کر اُس کے ساتھ) متحد ہو گئی؛ اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو گیا اور وہ ذاتِ احد جلّ سلطانہ کا مظہر بن گئی اور دونوں نام (محمد واحمد) اس مسمیٰ (مجموعہ حقیقت محمدی وحقیقت کعبہ) میں متحقق ہو گئی اور حقیقت محمدی کا پہلا مقام جہاں وہ عروج سے پہلے تھی خالی رہ گیا؛ اب قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما کر اس خالی جگہ کو پُر کریں گے ....

''حضرت'' سمجھے بھی کچھ کہ کیا کہا؟ ''مجدد الف ثانی صاحب'' کا اصلی نام احمد تھا اور یہ سارا عروج وزوال اسی ایک نام کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ ''حسن اتفاق'' دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف احمد سرہندی (یعنی ''مجدد الف ثانی'') ہی کو یہ راز بتلایا اور اس سے پہلے کسی اور پر ظاہر نہ کیا! اور دوسرا ''حسن اتفاق'' یہ کہ نبی ﷺ کے ایک ہزار چند سال بعد جو ہستی عالم وجود میں آئی، وہ یہی ''بابرکت ذات'' احمد سرہندی ''مجدد الف ثانی'' کی ذات تھی! اب آپ ہی زحمت فرمایے اور کبریٰ وصغریٰ ملا

کر ''حقیقت احمدی'' کے سچے واقف کار بن جایے، میرے طائرِ خیال کے تو پر جل جائیں گے۔

''مجدد الف ثانی'' کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب، اُن کے والد شاہ عبدالرحیم اور تایا ابوالرضا محمد صاحب، غرض پورا خاندان ولی الٰہی نظریہ وحدۃ الوجود و وحدت الشہود کا قائل ہی نہیں بلکہ علمبردار رہا ہے۔ اُن سب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہیں تو قرآن وحدیث کے تمام نصوص وظواہر سے اس کا اثبات کر سکتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے ''شاہ اسمٰعیل شہید صاحب'' بھی اس مسئلہ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اس کے اثبات کے لیے ''عبقات'' جیسی کتاب لکھ ڈالی جو شروع سے لے کر آخر تک اسلامی عقائد کی نفی پر مشتمل ہے؛ اور اپنے پیر ''سید احمد شہید'' کے املا پر ''صراط مستقیم'' نامی کتاب مرتب کی جو ''اکتساب مقام الوہیت'' کے عملی طریقوں کی تعلیم سے پر ہے۔ ''تقویۃ الایمان'' جیسی کتاب میں بھی، جو توحید کے مضامین پر مشتمل تھی، وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ **یا عبد القادر شیئاً للّٰہ** (اے عبدالقادر اللہ کے نام پر کچھ دو) تو کہنا صحیح نہیں ہے مگر یوں کہنا صحیح و درست ہے کہ ''اے اللہ! عبدالقادر کے واسطے سے عطاء فرما''۔ مجبور تھے کیونکہ یہ سب ان کے بزرگوں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ وحدۃ الوجود کا عقیدہ تو انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے دادا شاہ ولی اللہ صاحب وحدۃ الوجود کو ''اصل'' مانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''وحدۃ الشہود'' کا تصور آپ سے آپ ''وحدۃ الوجود'' کے نظریہ میں شامل ہے اور یہ بھی کہ ابن عربی نے جو وحدۃ الوجود کا نظریہ پیش کیا ہے، اس میں وحدۃ الشہود کا تصور موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

فالمذهب الاول يسمى بوحدة الوجود والثانى بوحدة الشهود و قد وقع عندنا ان المكشوفين صحيحان جميعا لكن القول بان وحدة الشهود على هذا المعنى لم يقل به الشيخ العربى سهو بل الشيخ واتباعه بل الحكماء ايضا يقولون بها	تو پہلے مذہب کا نام وحدت الوجود ہے۔ اور دوسرے کا نام وحدت شہود ہے اور ہمارے نزدیک دونون مکاشفے صحیح ہین۔ لیکن یہ کہنا یہ کہ شیخ عربی نے وحدت شہودی اس معنی سے نہین کہی، یہ سہو ہے بلکہ شیخ اور اتباع شیخ نے بلکہ حکماء نے بھی کہی ہے۔

فیصلہ وحدت الوجود والشہود، محبوب المطابع دہلی، مصنف شاہ ولی اللہ دہلوی (صفحہ 7)/تفہیمات الٰہیہ (جلد 1، صفحہ 19)

شاہ عبدالرحیم صاحب، والدِ ماجد شاہ ولی اللہ کی ''عظمت'' کی بیان

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی ''بزرگی'' کی حکایات ''انفاس العارفین'' نامی کتاب میں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک صفحہ کی حکایات اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

فرشتہ کی حاضری:

حضرت ایشان میفرمودند کہ چون فرزندم صلاح الدین بیمار شد امید حیات وی منقطع گشت باشتراء کفن وحفر قبر امر کردم دلم بجوشید وبگوشہ نشستم والحاح در دعا از حد گذرانیدم فرشتہ حاضر شد وبشارت حیات وصحت داد ہمدران ساعت ویرا عطسہ آمد وحیات معاودت کرد کاتب حروف از حاضران این قصہ بود

انفاس العارفین فارسی، مصنفہ شاہ ولی اللہ (صفحہ 63)

اردو ترجمہ:

نازولایت حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب فرزند عزیز صلاح الدین بیمار ہوا اور ہم نے اس کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے تو میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کے لئے کہہ دیا۔ اچانک میرے دل میں جوش آیا اور ایک کونے میں جا بیٹھا۔ حد سے زیادہ گڑگڑا کر دُعا مانگی۔ فرشتے نے آکر اس کی زندگی اور صحت کی بشارت دی، اسی دم وہ چھینکا اور اس کی زندگی لوٹ آئی۔

انفاس العارفین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب (ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے) (صفحہ 144)

فرشتہ کا حاضر ہونا کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ مترجم صاحب نے آخری ٹکڑے کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا کہ '' کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) اس قصہ کے وقت موجود تھا''۔ معلوم ایسا ہی ہوتا ہے کہ شاید شاہ ولی اللہ نے بھی اس فرشتہ کو دیکھا اور اُس کی بشارت سنی۔ فرشتے تو ''بارگاہ قدس'' میں حاضر ہوتے ہی رہتے ہیں اگر ''اقدار مشترکہ'' میں سے کسی کی خدمت میں کسی نے حاضری دی تو ''تعجب'' کیسا! اور سنیے:

حضرت ایشان چون شصت سالہ شدند بر ایشان منکشف ساختند تقدیر بران جاری شدہ کہ ایشانرا فرزند دیگر بوجود آید واز زبان بعض خواص یاران استماع افتاد مبشر شدند کہ آن مولود بفلان فلان مقام خواہد رسید داعیۂ تزوج بخاطر ایشان پیدا

شد و چون مخدومی حضرت شیخ محمد این ماجرا دانستند راغب شدند درانکہ این مولود
از فلذۂ کبد ایشان باشد این فقیر از بعض ثقات استماع دارد کہ چون این کدخدائے
متحقق گشت بعض اہل نفاق و شقاق گفتند کہ درین عمر کتخدائی مناسب نبود حضرت
ایشان این را شنیدند و فرمودند مدتی دراز از عمر من باقی ست و فرزندان بوجود
خواہند آمد پس ازین ہفدہ سال زندہ ماندند و دو فرزند بوجود آمدند این فقیر ہنوز
متولد نشدہ بود کہ شبی حضرت ایشان نماز تہجد گذاردند و والدۂ فقیر نیز قریب ہمانجا
تہجد گذاردند بعد فراغ حضرت ایشان دست بدعا برداشتند و والدہ آمین میگفتند
درمیان ایشان دو دست دیگر ظاہر شدند حضرت ایشان فرمودند این دو دست فرزند
ماہست کہ متولد خواہد شد با ما دعا میکند بعد ازان این فقیر متولد شد و بعد ہفت سال
در تہجد شریک والدین شد و بہ ہمان وضع دو دست درمیان ایشان برداشت
وھذا تاویل رویای من قبل قد جعلها ربی حقا۔

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 63)

مادرزاد وَلی

حضرت شاہ ولی اللہ کی پیدائش کا قصہ : حضرت والد ماجد جب ساٹھ
سال کے ہوئے تو ان پر منکشف ہوا کہ تقدیر کے فیصلے کے مطابق آپ کے ہاں
ایک اور فرزند پیدا ہوگا بعض خاص یاران طریقت سے یہ بھی سننے میں آیا کہ آپ کو
بشارت دی گئی تھی کہ وہ نومولود علمی اور روحانی بلند مقامات کو پہنچے گا۔ چنانچہ آپ
کے دل میں شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جب مخدومی شیخ محمد نے یہ ماجرا سنا تو
وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ یہ بچہ اُن کی لخت جگر سے ہو۔ اس فقیر نے بعض ثقہ
لوگوں سے سن رکھا ہے کہ جب اس شادی کی بات پکی ہوگئی تو بعض مخالفین اور
منافقین نے کہا کہ اس عمر میں شادی مناسب نہیں رہے گی۔ حضرت والد نے ان
کی باتیں سنی اور فرمایا کہ میری عمر کا ابھی کافی حصہ باقی ہے اور لڑکے بھی پیدا ہوں
گے۔ چنانچہ آپ اس شادی کے سترہ سال بعد زندہ رہے اور دو بچے بھی پیدا
ہوئے۔ فقیر (ولی اللہ) ابھی پیدا نہیں ہوا تھا ایک رات حضرت والد ماجد نماز تہجد
پڑھ رہے تھے اور میری والدہ بھی ان کے قریب تہجد میں مشغول تھیں۔ نوافل کے

بعد حضرت والد نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور والدہ آمین کہتی رہیں۔ اسی اثناء میں دو اور ہاتھ ظاہر ہوئے۔ حضرت والد نے فرمایا۔ یہ دو ہاتھ ہمارے بیٹے کے ہیں جو پیدا ہوگا۔ وہ ہمارے ساتھ دعا مانگ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ فقیر پیدا ہوا اور سات سال کی عمر میں نماز تہجد میں والدین کا ساتھی بنا اور اسی خواب والی وضع میں ان دونوں کے درمیان ہاتھ اٹھائے۔ وھذا تاویلُ رویائی مِنْ قبلُ قد جَعلَھا ربّی حقا

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 145)

یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے خلاف بغیر دعا کے ۶۰ سال کی عمر میں بشارت کا ہونا کہ ایک فرزند پیدا ہوگا اور وہ فلاں فلاں بلند مقام تک پہنچے گا (مترجم صاحب نے فارسی عبارت کا پورا ترجمہ نہیں کیا اور صرف اتنا لکھ دیا کہ علمی و روحانی بلند مقام کو پہنچے گا؛ ظاہر ہے کہ اس ترجمے میں علم غیب کا وہ زور نہیں جو فارسی عبارت میں ہے)؛ دوسری بات اس واقعے میں یہ ہے کہ ''حضرت عبدالرحیم شاہ'' کا اسی کتاب میں یہ بیان بھی ہے کہ اس فرزند کی بشارت بختیار کاکی کی روح نے ظاہر ہو کر انہیں اس وقت دی تھی جب وہ ان کی قبر کی زیارت کو گئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ روح نے بھی بشارت دی ہو اور انہیں خود بھی کشف ہوا ہو!

شاہ عبدالرحیم نے یہ فرما کر کہ ابھی میری کافی عمر باقی ہے اور لڑکے بھی ہوں گے، اس کلیہ کو ختم کر دیا کہ کسی کو اپنی عمر اور اولاد کے بارے میں کل کی خبر نہیں۔ پھر پیٹ کے بچے کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا باہر نکل کر دعا میں اُٹھ جانا حیرت انگیز سہی مگر ہے تو ''امر واقعہ''! اس پورے واقعے سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شاہ ولی اللہ سے قبلِ ولادت ہی ''کرامات'' صادر ہونا شروع ہوگئی تھیں؟ اس سے بڑی ''کرامت'' آگے والے واقعہ میں موجود ہے:

ونیز این فقیر جنین بود در بطن ام خود درانجا حضرت ایشان سائلہ رانیم نان صدقہ دادند آنگاہ او را باز طلبید ند و نیم دیگر نیز دادند آنگاہ او را باز طلبید ند و نیم دیگر نیز دادند آنگاہ فرمودند این طفل کہ جنین ست میگوید در راہِ خدا تمام نان باید داد روزی این فقیر بغایت صغیر السن بود او را بنام اہل اللہ مکرر ندا کردند کسی از سر این کلمہ سوال کرد فرمودند اہل اللہ برادر اوست کہ عنقریب متولد خواہد شد زبان من بنام او متکلم شد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 64,63)

اور شاہ ولی اللہ کا ماں کے پیٹ کے اندر سے بولنا

قبل از پیدائش شاہ اہل اللہ کی بشارت: نیز یہ فقیر ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس وقت حضرت والد نے ایک بھکارن کو آدھی روٹی خیرات دی۔ وہ جانے لگی تو پھر اسے واپس بُلا کر باقی آدھ بھی دے دی اور فرمایا کہ بچہ جو پیٹ میں ہے کہہ رہا ہے کہ خدا کی راہ میں ساری روٹی دینی چاہئے۔ ایک دن جب کہ یہ فقیر ابھی بہت کمسن تھا۔ حضرت والا نے اہل اللہ کے نام سے کسی کو دو بار آواز دی۔ ایک آدمی نے پوچھا: حضرت والا کسے بُلا رہے ہیں۔ میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اہل اللہ اس کا بھائی ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس کا نام خود بخود میری زبان پر جاری ہوگیا۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 145)

شاہ ولی اللہ صاحب کا اپنی ماں کے پیٹ سے اشارہ یا ارشاد اور اُن کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم کا اس کو سمجھ لینا اور کسی دوسرے کو معلوم نہ ہونا، کیا یہ واقعہ باپ اور بیٹے کی ''کرامات'' کا شاہکار نہیں ہے؟ پھر شاہ ولی اللہ صاحب کے پیدا ہونے والے بھائی کو اہل اللہ کہہ کے پکارنا اور فرمانا کہ یہ میرا بچہ اور ولی اللہ کا بھائی عنقریب پیدا ہوگا، ''کرامت'' کیا ''معجزہ'' سے کم نہیں! سورہ لقمان کی آخری آیات کا کیا ''خوب'' جواب دیا ہے! اور مزید ملاحظہ فرمایئے:

میفرمودند محمد قلی درلشکر اورنگزیب رفتہ بود وغیبت او امتداد یافت وخبر منقطع گشت بردراو محمد سلطان بسیار محزون شد بمن التجا کرد توجہ بلیغ کردم درلشکر خیمہ خیمہ تفحص نمودم نیافتم در اموات تجسس کردم ندیدم حوالیِ لشکر نظر کردم می بینم کہ از مرض صحت یافتہ است وغسل کردہ وجامئہ شتری رنگ پوشیدہ بر کرسی نشستہ قصد آمدن دارد با برادر او بگفتم بعد دو سہ ماہ بیاید وقصہ بہمان تفصیل نقل کرد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 61)

توجہ کی کرشمہ کاری

کیا ہے جوان پہ عیاں نہیں: فرمایا محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر کے ساتھ

گیا ہوا تھا۔اس کے جانے پر کافی مدت گذر گئی اور اسکی طرف سے خیریت کی کوئی خبر نہ پہنچی ۔اس کا بھائی محمد سلطان بہت غمگین ہوا اور مجھ سے التجا کی ۔ میں نے پوری قوت سے توجہ کی ۔جنگی لشکر کا خیمہ خیمہ چھان مارا مگر کہیں نہ پایا۔ مردوں میں ڈھونڈا تو بھی نہ دیکھا۔شاہی لشکر کے آس پاس نظر دوڑائی تو دیکھا کہ بیماری سے صحت یاب ہو کر غسل کیا ہے اور گیروے رنگ کے کپڑے پہن کر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور آنے کی تیاریوں میں ہے ۔ میں نے یہ سب کچھ اس کے بھائی کو بتا دیا۔ چنانچہ دوتین ماہ بعد وہ آیا اور میری تمام باتوں کی تصدیق کر دی۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 141,140)

''بزرگوں'' کی ''توجہ'' کی ''برکات'' کے منکروں کے لیے یہ واقعہ ایک شدید ضرب ہے۔ ''صحیح'' لکھا مترجم قادری صاحب نے کہ ''کیا ہے جواُن پر عیاں نہیں''۔اب انہی محمد سلطان کا دوسرا واقعہ پیش خدمت ہے جو شاہ ولی اللہ کی موجودگی میں پیش آیا:

کاتب حروف گوید کہ خواجہ محمد سلطان اسپی خریدہ بود انرا بحضرت ایشان نمود ویرا تنہا طلبیدند و این فقیر نیز آنجا حاضر بود فرمودند اسپی خوب ست اما عمر کم دارد ویرا زنی بود سلیطا از بدخوئی و بدزبانی او تنگ آمدہ التماس کرد چہ شود اگر آن زن غدار این اسپ گہ دہ تبسم فرمودند و گفتند چنین باش گوسہ ماہ بر نیامد کہ زنش بمرد و اسپ بفروخت و نفع یافت

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 61)

انسانی عمر کا حیوان کی عمر سے تبادلہ

کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ خواجہ محمد سلطان نے ایک گھوڑا لے رکھا تھا جو اس نے حضرت والد کو دکھایا۔آپ نے اسے تنہائی میں بلایا اس وقت یہ فقیر بھی وہاں موجود تھا اور فرمایا کہ گھوڑا خوب ہے مگر اسکی عمر تھوڑی ہے ۔اس کی ایک بدزبان اور بدعادت بیوی تھی جس سے وہ تنگ آ چکا تھا۔عرض کی کیا ہی اچھا ہو کہ اس عورت کی زندگی گھوڑے کو مل جائے۔آپ نے متبسم ہو کر فرمایا ایسا ہی ہو جائے گا۔ تین مہینے نہ گزرے تھے کہ اس کی بیوی مرگئی اور گھوڑے کو بیچ کو خوب نفع کمایا۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 141)

''وحدت الوجود'' کے تصور کے علمبردار اس ''بزرگ'' نے اپنی ہوشربا ''کرشمہ گری'' سے اس نظریہ کا ''حق'' ہونا ثابت کر دکھایا ہے ورنہ ایک عام انسان میں یہ ''طاقت'' کہاں؟ ''**منطق الطیر**'' کا علم اگر سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا تو یہ اللہ کا فضل، اُس کی مہربانی تھی۔ اب اگر کسی دوسرے کو جانوروں اور انسانوں کی عمروں کا علم مل گیا اور یہ ''قدرت'' بھی اُسے حاصل ہوگئی کہ عمر کی اس مدت میں کمی یا زیادتی کر کے عمروں میں تبادلہ بھی کرا سکے، تو یہ بھی ایک ''فضل الٰہی'' ہے، اس پر کسی کا چیں بجبیں ہونا کیا معنی!

اس کے بعد ''ارواح طیبہ'' کی حشر سامانی ملاحظہ فرمایئے:

> **حضرت ایشان در پہلت بودند روز عرس یکی از بزرگان آنجا رسید قوّالان سرود بنیاد کردند بعد ساعتی فرمودند کہ روح شیخ ابوالفتح قدس سرہ ظاہر شدہ ورقص میکند نزدیک ست کہ شمہ ازین معنی در اہل مجلس نیز سرایت کند لمحہ نگذشتہ بود کہ حال اہل مجلس متغیر شد و ہائی ہوئی عجیب برخاست**

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 48)

> **تاثیر جذب ورقص: حضرت والد ماجد ایک دفعہ قصبہ پُھلت میں تھے عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے۔ قوالوں نے نغمہ چھیڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمانے لگے شیخ ابوالفتح قدس سرہ کی روحانیت محفل میں آکر رقص کر رہی ہے عنقریب ان کے جذب کے اثرات اہلِ محفل پر طاری ہوجائیں گے۔ تھوڑی دیر گزری کہ مجلس کا رنگ بدل گیا اور ہاؤ ہو کے مستانہ نعروں سے محفل گونج اٹھی۔**

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 116)

''بزرگوں'' کے عرس (شادی) کے ذکر پر لوگ استہزاءً مسکرا دیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے ''بزرگوں'' سے ثابت ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان محفلوں میں گزرے ہوئے ''بزرگوں'' کی ''ارواح طیبہ'' تک آکر رقص کیا کرتی ہیں، اور جذب و مستی کے آثار پوری محفل پر طاری ہو جاتے ہیں اور اہل محفل ہاؤ ہو کے مستانہ نعرے لگانے لگتے ہیں! یاد رہے کہ یہ ''خواص'' کا رقص و سرود ہے، عوام کا ناچ و گانا نہیں۔ کیا ''خوب'' ارشاد فرمایا ''مولانا'' ابوالکلام آزاد صاحب نے اپنی کتاب ''غبار خاطر'' میں کہ فقہاء نے تشدد کر کے قضاءً غنا کو حرام کر دیا حالانکہ شرعاً یہ حرام نہیں ہے، اور میں عرصہ دراز تک ستار سے شوق کرتا رہا ہوں...... (صاحب ترجمہ سے اس اردو ترجمے

میں ایک غلطی ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ ''روز عرس یکی از بزرگان آنجا رسید'' کا ترجمہ یوں ہوگیا ہے کہ ''عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے'' حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے کہ ''(حضرت ایشاں پھلت میں تھے کہ) وہاں ایک بزرگ کے عرس کا دن آپہنچا'')۔

شیخ ابوالفتح کی روح کے مقابلے میں شیخ محمد پھلتی کی روح کی کارفرمائی بھی نظر میں رہنا چاہیے:

> حضرت ایشان چون نزدیک قبر مخدومی شیخ محمد قدس سرہ نشستند میفرمودند کہ روح ایشان در نماز بمن اقتدا میکند واز من استماع معارف می نماید یکبار باین فقیر متوجہ شدند وبعض معارف فرمودند وبعد ازان فرمودند کہ روح ایشان گفت کہ فلانی راچیزی از معارف تعلیم فرمائید لاجرم اینہمہ گفتہ شد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 48)

مُردے نماز میں اقتداء کریں اور روحیں تعلیم دیں!

> **فیوض اولیاء**: حضرت والد گرامی جب کبھی مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھتے فرماتے کہ ان کی روح نماز میں میری اقتداء کرتی ہے اور مجھ سے معارف کسب کرتی ہے۔ ایک دفعہ اس فقیر (ولی اللہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور بعض فیوض و معارف عطاء فرمائے۔ پھر فرمایا: مخدومی شیخ محمد قدس سرہ کی روحِ پرفتوح نے مجھے حکم دیا ہے کہ فلاں کو کچھ معارف کی تعلیم دو۔ وہ تمام میں نے تمہارے سامنے بیان کردیئے ہیں۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 116)

قبروں کی مجاورت سے لوگ منع کرتے ہیں اور اس کے خلاف حدیث نبوی ﷺ سے دلیل لاتے ہیں مگر اس حکایت سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر ''اسرار و معارف'' کا ''مبارک'' اخذ و تبادلہ بھی کیا جاسکتا ہے! اور یہ بھی کہ گزرے ہوئے ''بزرگوں'' کی روحیں نمازوں میں آکر زندہ ''بزرگوں'' کے پیچھے نمازیں پڑھتی ہیں، کبھی کوئی حکم بھی دے جاتی ہیں .... اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابن نجیم نے جو کنز الدقائق کی شرح بحرالرائق میں تحریر کیا ہے کہ جو یہ مانے کہ مشائخ کی روحیں حاضر بھی ہیں اور ان کو علم بھی ہے، ''وہ کافر ہیں''، غلط فتویٰ ہے ورنہ ایسے ہزاروں واقعات ہمارے ''بزرگوں'' نے بیان کیے ہیں!

وفی البزازیة قال علماؤنا من قال أرواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر

''البزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہے اور تعلیم بھی دیتی ہیں یا ان کو علم بھی ہوتا ہے، ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔''

بحرالرائق شرح کنزالدقائق لابن نجیم (جلد 5، صفحہ 124)

اس واقعہ کے بعد روح کے آنے کے بجائے جسد عنصری میں ''بزرگ شہیدوں'' کا دنیا میں آنا، شاہ ولی اللہ صاحب کی زبانی سنیں:

میفرمودند والدِمن علیہ الرحمۃ شہید شدہ بودند احیانا برائی من متجسد می شدند واز اخبار حال واستقبال خبر میدادند یکبار کریمہ دختر خدمت مخدومی اخوی قدس سرہ بیمار شد وبیماری اوممتد گشت دران ایام درنصف النہار تنہا بحجرہ خفتہ بودم ناگاہ ایشان متمثل شدند وفرمودند میخواہم کریمہ را بہ بینم لیکن دران محل متسورات بیگانہ نشستہ اند آنجا رفتن برخاطر من بس گران می آید این مستورات را ازانجا برخیزانید چون خیزانیدن ایشان ممکن نبود پردہ کشیدم پس برسر یرکریمہ ظاہر شدند بوجہی کہ من میدیدم وکریمہ میدیدو ہیچکس دیگر نمیدید کریمہ متنبہ شد وگفت واعجبا مردم ایشان را شہید میگفتند ایشان خود زندہ اند فرمودند این را بگذار ای فرزند بیماری بسیار کشیدی انشااللہ تعالیٰ علی الصباح وقت اذان فجر شفا کلی خواہی یافت این گفتند وبرخاستند و راہ دروازہ گرفتند من نیز درعقب ایشان میرفتم فرمودند شما بمانید آنگاہ غائب گشتند چون اذان فجر گفتہ شد روح کریمہ مفارقت کرد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 47)

''شہید'' کا جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں واپس آنا اور غیب کی خبر دینا

علوم اولیاء: فرمایا کہ میرے والد شہید شہادت کے بعد کبھی کبھار ظاہری شکل وصورت میں مجسم ہوکر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال واستقبال کی خبریں سُنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مخدومی برادرگرامی کی دختر کریمہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیماری نے طول پکڑا۔ انہی ایام میں ایک دن تن تنہا میں اپنے حجرے میں سورہا تھا کہ اچانک والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ

کریمہ کو ایک نظر دیکھ لوں لیکن اس وقت گھر میں بہت سی دوسری مستورات آئی ہوئی ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے تم ان مستورات کو ایک طرف کردو تا کہ میں کریمہ کو دیکھ لوں ! چونکہ اس وقت ان مستورات کا وہاں سے اٹھانا خلاف مصلحت تھا اس لئے میں نے ان کے اور کریمہ کے درمیان پردہ لٹکا دیا، اس کے بعد وہ اس طرح ظاہر ہوئے کہ کریمہ اور میرے علاوہ انہیں اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ کریمہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا۔ عجیب بات ہے لوگ تو ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ یہ زندہ ہیں۔ فرمانے لگے۔ بیٹی اس بات کو چھوڑ دو! تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے۔ انشاء اللہ کل صبح کی اذان کے وقت تمہیں مکمل نجات مل جائے گی۔ یہ بات فرما کر اٹھے اور دروازے کے راستے باہر نکلے میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا۔ تم ٹھہرو! اور پھر غائب ہوگئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان کے وقت کریمہ کی روح پرواز کرگئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کرلی۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 116,115)

اللہ اللہ، کیا ''شان'' ہے اس پورے خاندان کی! پانچ پانچ پُشتیں اسی ایک اصلی رنگ کی مالک ہیں: ایک طرف شاہ ولی اللہ کے والد اور دادا، اور دوسری طرف بیٹے اور پوتے ''اسمٰعیل شہید''! اس واقعہ کے ذریعہ کیسے صریح الفاظ میں واضح فرما دیا کہ یہ جو سورۃ المومنون میں آیا کہ

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (آیت: ۱۰۰)

''مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان قیامت تک کے لیے ایک آڑ ہے''

اس کی حیثیت ایک ''بداء'' سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ شہداء اُحد جب جنت میں داخل کردیے گئے اور وہاں ہر طرح کا عیش و آرام انہوں نے پالیا تو مالک نے اُن سے کہا کہ کچھ اور چاہیے؟ اس پر شہداء نے جواب دیا کہ مالک ہر چیز مل گئی، ہر وعدہ پورا ہوگیا؛ لیکن مالک ارض وسماء کا اصرار برابر باقی رہا، یہاں تک کہ جب ان شہداء نے محسوس کرلیا کہ جب تک ہم کچھ طلب نہ کریں گے پروردگا عالم ہم سے برابر دریافت فرماتا رہے گا تو انہوں نے درخواست کی کہ مالک ہمیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم پھر جہاد کرکے شہید ہوں؛ اس جواب کے بعد مالک نے مزید اصرار نہ فرمایا اور جان لیا کہ اُن کو کسی چیز

کی بھی حاجت نہیں ہے۔ (لیکن یہ نہیں کیا کہ اپنی سنت کو بدل کرانہیں دنیا میں پھر واپس بھیج دیتا کیونکہ قرآن میں اُس کا فیصلہ ہے کہ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [سورة يٰسٓ:۳۱] **یعنی مرنے والے دنیا والوں کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے**) شاہ ولی اللہ صاحب کے ''شہید'' دادا کی واپسی کے اس ''صریح'' واقعے نے تو قرآن کے اس کلیہ کو بھی ختم کر دیا!

شاہ صاحب کی اتباع میں ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنے ''شہید'' پردادا کی ''شہادت'' کے بعد اُسی رات اپنی دادی کے پاس مٹھائی لے کر آنے کے واقعہ کی تصدیق فرمادی ہے۔ (اشرف السوانح: جلد 1، صفحہ 12)

خیر یہ تو ''شہیدوں'' کا ذکر ہے، اشرف علی تھانوی صاحب نے تو ''حکایات اولیاء'' نامی کتاب میں یہ تک لکھ دیا ہے کہ قاسم نانا توی صاحب بعداز وفات، جسدِ عنصری میں دیوبند آئے اور اس وقت کے مہتمم رفیع الدین صاحب سے فرمایا کہ محمود الحسن (اسیر مالٹا) آپس کے تنازعات میں کیسے مبتلا ہو گیا؛ رفیع الدین صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے اور محمود الحسن کو بلا کر واقعہ بیان کیا تو انہوں نے رفیع الدین کے ہاتھ پر توبہ کی۔ (حکایات اولیاء مرتبہ اشرف علی تھانوی: حکایت 247، صفحہ 288-289)

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہو جانے والے کو موت نہیں آتی وہ تو صرف نقل مکانی کرتا ہے، اس لیے جب چاہتا ہے پھر واپس آ جاتا ہے!

فرشتہ معمورِ وباء کا خدمت میں حاضر ہونا

> **میفرمودند روزی با بعض یاران نشستہ بودم ناگاہ مردی بغایۃً طویل القامت درآمد با ہیبت تمام و در دست او کمان و چند تیر وسلام علیک گفت رد سلام کردم آنگاہ گفت مؤکلا نیم بروبا شوق ملاقات شما داشتم ازین راہ فوج ماعبور میکرد خواستم کہ شمارا بہ بنیم امروز از فلان جا برخاستم و مامور شدیم کہ فلان جا برویم شمارا بشارت میدہم کہ ہیچکس از یاران ومخلصان شما درین وبانخواہد مرد بعد ازان سلام گفت بیرون رفت بعد ازان انتقال وبا بجائی کہ اشارت کردہ بود وسلامت مخلصان ازان بلا بظہور رسید**

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 48,47)

موکل وباء: فرمایا ایک دفعہ میں چند احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طویل القامت پر ہیبت شخص ہاتھ میں تیر وکمان لئے ہوئے آیا اور مسنون طریق سے مجھے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے بتایا کہ میں وباء پر مقرر کیا ہوا فرشتہ ہوں عرصے سے آپ کی ملاقات کی خواہش تھی۔ آج ہمارے لشکر نے اس علاقے سے گزر کیا ہے۔ میں نے سوچا اچھا اتفاق ہے آپ سے مل لوں۔ آج ہمیں فلاں جگہ سے کوچ اور فلاں مقام پر پہنچنے کا حکم ہے۔ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ آپ کے احباب اور معتقدین میں سے کوئی شخص بھی اس وبا میں ہلاک نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔ چنانچہ چند دنوں میں وبا بھی اس کے بتائے ہوئے علاقے میں منتقل ہوگئی اور معتقدین واحباب بھی محفوظ رہے۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 116)

دیکھا آپ نے فرشتوں کا شوقِ ملاقات اور ''بارگاہ قدس'' میں حاضری کی تمنا اور انداز بشارت! اب دوسرا واقعہ سنیے:

میفرمودند روزے در حجرہ تنہا نشستہ بودم جوانی متمثل شدہ گفت اگر خواہی الحال از دار دنیا انتقال کنی واگر خواہی بعد زمانی گفتم بعض کمالات ہنوز مامول ست وغیر محصول گفت پس موت تو متاخر ست آنگاہ بازگشت بر پشت او جواہر مرصع دیدم بشکل استدارہ واین قصہ اختصار کردہ شد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 48)

موت اختیاری: فرمایا کہ ایک دن تنہا میں اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا ور مجھے کہنے لگا کہ اگر تم چاہو تو ابھی اس دنیائے دوں سے درالآخرت کی طرف منتقل ہوسکتے ہو اور اگر چاہو تو کچھ عرصہ بعد۔ میں نے جواب دیا۔ ابھی کچھ کمالات اور منازل حاصل کرنا باقی ہیں۔ اور میں ان کی اُمید میں ہوں۔ کہنے لگا اچھا تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری موت موخر کردی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ شخص واپس ہوا۔ میں نے اُس کی پُشت پر جڑے ہوئے مرصع جواہرات دیکھے۔ یہ قصہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 117)

نبی ﷺ کے پاس بھی فرشتہ آیا تھا اور یہ پیغام لے کر کہ آپ ﷺ چاہیں تو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو مرحمت فرما دی جائیں اور آپ ﷺ دنیا میں رہیں؛ ہاں اگر آپ کو اپنے مالک سے ملاقات کی طلب ہو تو یہ اور بات۔ نبی ﷺ نے اپنے رب سے ملاقات کو ترجیح دی تھی۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے اگر ''کمالات'' کے حصول کو ترجیح دی تو اُن کی مرضی! لیکن ایک بات بہرحال ثابت ہوگئی کہ شاہ عبدالرحیم موت کے معاملے میں اپنی مرضی کے مختار تھے اور فرشتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے! آپ حیران ہوں گے کہ ایک ذات کے اندر اتنے بے شمار ''کمالات'' کیسے جمع ہو گئے؟ تو اس کی وجہ بھی پیش نظر رکھیے:

فناء کلی وغیبت تامہ

میفرمودند وقتی از اوقات فناء کلی وغیبت تامہ دست داد دیدم کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بملائکہ امر فرمود بندۂ مرا کہ فلانست بجوئید در زمین جستند نیافتند در آسمانہا تفحص کردند نیافتند در بہشت تجسس نمودند نیافتند پس حق سبحانہ خطاب کرد کہ ہر کہ در من گم شد در زمین نتوان یافت ونہ در آسمان ونہ در بہشت

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 36)

شانِ عبدیت: والد گرامی فرماتے تھے کہ اوقاتِ عزیز میں سے ایک وقت فنائے کلی اور غیبت تامہ میسر ہوئی تو دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔ زمین میں تلاش کیا نہ پایا آسمان چھان مارے نہ ملا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔ اس پر حق سبحانہ وتعالےٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا کہ جو بھی مجھ میں فنا ہوا وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمینوں میں پایا جاسکے گا اور نہ ہی بہشت میں!

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 96)

معلوم ہوا کہ دراصل یہ ''عظمت''، یہ ''کبریائی'' اسی ''فناء کلی'' کا نتیجہ تھی۔ یہ بات بھی نہ بھولیے گا کہ ''انفاس العارفین'' شاہ ولی اللہ صاحب کی آخری تصنیف ہے اور بقول علامہ عبیداللہ سندھی صاحب یہ ''شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور تصوف کی روح ہے''۔

شاہ ولی اللہ اور اُن کا فلسفہ، مصنفہ عبیداللہ سندھی، صفحہ 215

''حضرت'' شاہ عبدالرحیم کی ''بزرگی'' کی داستان اس وقت تک بے رنگ رہے گی جب تک اُن کے علم محیط کا ذکر نہ ہو جائے۔ اس لیے ''خاتمہ مسک'' کے پیشِ نظر یہ ''اظہار حقیقت'' بھی سامنے رہے:

علم محیط

حضرت ایشان میفرمودند کہ روزی وقت عصر در مراقبہ بودم غیبتی واقع شد د آن وقت را وسیع کردند بمقدار اربعین الف الف عام و دران مدت ہر کسی را کہ از ابتداء خلقت پیدا شدہ بود تا یوم القیمۃ احوال وافعال ہر یک ظاہر نمودند ظن کاتبِ حروف آنست کہ در ذیل کلمات فرمودند کہ حروف لا الہ الا اللہ را مسافت چندین ہزار سالہ بود واللہ اعلم

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 36)

عِلم کلّی اوّل و آخر

تصرّفات وعلومِ صوفیاء: والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغازِ آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے واللہ اعلم

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 95)

ترجمہ کرنے والے ''سید محمد فاروق القادری ایم اے صاحب'' بھی ''درازئ وقتِ غیبت'' سے دہشت میں آگئے، ان کو بھی شاید یقین نہ آیا، اسی لیے شاید **اربعین الف الف** کا ترجمہ ''چالیس ہزار برس'' کر بیٹھے ورنہ اصل ترجمہ ''چار کروڑ سال'' ہے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے بالکل وہی بات فرمائی جو ابن عربی اور ''مجدد الف ثانی'' صاحبان اس سے پہلے فرما گئے تھے۔ ''عروج'' کے ان واقعات کے بعد وہ واقعات بھی اپنے سامنے رکھیے جو اس ''قدر مشترک'' کے ''نزول'' سے تعلق رکھتے ہیں:

سجدہ تعظیمی اور نذرونیاز رسول ﷺ کا بیان

نبی ﷺ نے سجدہ سے کیوں منع کیا؟

میفرمودند یکباری حضرت پیغامبر را صلی اللہ علیہ وسلم درواقعہ دیدم چون کمال ظہور صفات الہیہ درآن مظہراتم مشاہدہ کردم بسجدہ افتادم آنحضرت انگشت بدندان گرفتند و باین صورت منع فرمودند بارہا بخاطری آمد کہ درمنع باین صورت چہ نکتہ باشد بعدازان معلوم شد کہ آدمی راسجدہ کردن بردوگونہ است یکی باعتقاد معبودیّہ او وآن کفرست دیگر بمشاہدۂ ظہور صفات الٰہیہ دروی وآن ممنوع ست بجہتہ مشابہتہ بکفر پس فرق رادرین دوسجدہ باین وضع منع فرمودند کہ دون تصریح ست

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 42)

سجدہ غیر اللہ کی ممانعت: فرمایا ایک مرتبہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھا جب اس مظہر اتم میں صفات الہیٰہ کا کمال ظہور مشاہدہ کیا تو سجدے میں گر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار تعجب کے طور پر اُنگلی منہ میں دبالی اور اس شکل سے منع فرمایا۔ بارہا دل میں آیا کہ اس صورت سے منع کرنے میں کیا نکتہ پنہاں تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انسان کو دو طرح سے سجدہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک اس صورت میں کہ اس کے معبود ہونے کا اعتقاد دل میں ہو اور یہ کفر ہے۔ دوسرا اس صورت میں کہ اس میں صفات الہیہ کے ظہور کا مشاہدہ کر کے سجدہ کیا جائے اور یہ مشابہت کفر کی وجہ سے ممنوع ہے لہٰذا اس باریک فرق کی بنا پر اس وضع سے آپ نے منع فرمایا۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 106)

نبی ﷺ کو بچشم حقیقت دیکھنا اور آپ ﷺ کے اندر ''صفات الٰہیہ کے ظہور کے کمال'' کا نظر آنا اس لیے آپ ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر جانا، پھر نبی ﷺ کا اظہار تعجب (نارضگی نہیں) اور پھر یہ بات کہ صرف ایک ''باریک فرق'' کی وجہ سے سجدہ کا منع ہونا، نکتہ سنجی کی انتہاء ہے! فجزاہ اللہ اتم الجزاء۔

میفرمودند درایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیزی فتوح نشد کہ نیاز آنحضرت طعامی پختہ شود قدری نخود بیان وقند سیاہ نیاز کردم شبی درواقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت عرضہ میدارند ودران میان آن نخود وقند نیز معروض داشتند بہ نہایت ابتہاج وبشاشت اقبال فرمودند وانزآطلبید ند وچیزی ازان تناول کردند وباقی در اصحاب قسمت فرمودہ اند کاتب حروف گوید کہ مثل این قصہ از بزرگان پیشین نیز روایت کردہ اند اما این قصۂ حضرت ایشان ست بی اشتباہ عجب نیست کہ تواردشدہ باشد

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 42)

حضورؐ کی نیاز کی اشیاء کی بارگاہِ نبوی میں مقبولیّت: فرمایا کہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ پرفتوح کی نیاز دلواسکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھُنے ہوئے چنے اور قند پراکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی۔ اسی رات بچشمِ حقیقت دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی ومسرت سے آپؐ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کا قصہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جاتا ہے مگر یہ قصہ بلاشبہ حضرت والد ماجد کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ توارد ہوگیا ہو۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 106،107)

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نذرونیازِ نبی ﷺ بھی ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ نذرونیازِ غیر اللہ ہے؟ اب یہ ان ''حضرات'' کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ''حقیقت'' اور ''امرواقعہ'' کا جواب دیں جو شاہ عبدالرحیم صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی اس نیاز سے انتہائی خوشی ومسرت ہوئی اور آپ ﷺ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور اپنی بارگاہ کے حاضر اصحاب میں بھی اُسے تقسیم کیے

جانے کا حکم دیا! مترجم القادری صاحب ایم اے کی بھی ''عنایت'' کہ انہوں نے ''**ایام وفات**'' کا ترجمہ ''عرس مبارک'' کر کے اس متنازع فیہ بات (یعنی عرس) کی فضیلت کا فیصلہ فرما دیا!

خاندانِ ولی اللّٰہی کی اُن ''مہربانیوں'' کے تذکرے کا حق، جو اس نے اس ''اُمت مسلمہ'' پر کی ہیں، اُس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک شاہ ولی اللہ صاحب کے تایا ابوالرضا محمد صاحب کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ خواجہ بایزید بسطامی کے تذکرے میں ان کا ایک واقعہ پہلے آ چکا ہے کہ ''حضرت'' نے رحمت اللہ موچی کو مار کر پھر زندہ کر دیا۔ اب ''حضرت ابوالرضا محمد'' کی وسعت علم کا نظارہ کیجیے

> **و نیز استماع افتاد کہ مردی از خادمان حضرت ایشان بفعلی منکر مرتکب بود حضرت ایشان در مجالس متعدد ہ اورا بر شناعت فعل او برمز وایما تنبیہ کردند وی متنبہ نشد و ازان فعل ممتنع نگشت بعد ازان حضرت ایشان اورا درخلوتی طلبید ند وگفتند ترا بار ہا بتعریض متنبہ ساختم متنبہ نشدی گمان می بری کہ افعال ترا نمیدانم بخدا اگر موری در زیر ترین زمین باشد و در خاطر او صد خطرہ خطور کند من نو دو نہ خطرہ را میدانم وحق سبحانہ بتمام مأتہ عالم ست پس آن شخص توبہ کرد**

انفاس العارفین فارسی (صفحہ 95,94)

روشن ضمیری

> **وسعتِ علوم اولیاء:** سننے میں آیا ہے کہ آپ کا ایک خادم کسی بری عادت میں مبتلا تھا آپ نے اسے کئی بار اشاروں کنایوں میں تنبیہ فرمائی مگر وہ پھر بھی نہ چونکا اور نہ ہی اس عادتِ بد سے باز آیا۔ بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا تجھے بارہا اشاروں کنایوں سے سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہ کی شاید تو سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں قسم بخدا اگر زمین کے نچلے طبق میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں، تو ان میں سے ننانوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے۔ یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 205)

کاش ''حضرت'' کسرِ نفسی نہ فرماتے اور ''اظہارِ حقیقت'' کر دیتے کہ سو کے سو خیالات سے میں باخبر ہوں! یہ ہیں دینِ اتحاد کی ''برکات''! کس میں یہ جرأت ہے کہ انکار کرے؟

ابھی اس خاندان کی ''بزرگی'' کا تذکرہ ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لیے ''دُرالثمین'' کے ڈیڑھ صفحے کی اُن چند ''احادیث'' کو پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں جو ان چہل ''حدیثوں'' میں سے ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب نے خواب کی رو سے یا روحِ مکرم ﷺ کے مشاہدے کی جہت سے جمع کی تھیں۔ بعض ان ''حدیثوں'' میں سے ایسی ہیں جو بلا واسطہ ہیں اور بعض میں ایک دو واسطے ہیں یا اس سے زیادہ۔ ملاحظہ فرمایے:

بلاتبصرہ

اَلْحَدِيْثُ الْخَامِسُ عَشَر اخبرنے والدی انه کان مریضا فرای النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی النوم فقال کیف حالك یابنی ثم بشره بالشفاء واعطاهٔ شعرتین من شعورلحیته فتعا فیٰ من المرض فی الحال ویقیت الشعرتان عنده فی الیقظة فاعطانے احدهما فهی عندی **الحديث السّادس عشر** امرنی سیّدی الوالد بهٰذه من الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اللهم صلی علی محمدن النبی الامی واله وبارك وسلم وقال قرأتها فی المنام علے النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فاستحسنها **الحديث السّابع عشر** اخبرنی سیدی الوالد قال اخبرنی شیخی السید عبدالله القاری قال حفظت القرآن علیٰ قاری زاهد کان یسکن فی البریة فبینا نحن نتد ارس القرآن اذاجاء قوم من العرب یقدمهم سیدهم فاستمع قراءة القاری و قال بارك الله ادیت حق القراٰن ثم رجع وجاء

پندرہویں حدیث: میں نے جناب والد سے سنا کہ وہ بیمار ہوئے تو خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا. کیف حالک یابنی یعنی بیٹا تیرا کیا حال ہے پھر شفا کی خوشخبری دی اور دو تار موئے مبارک ریش مکرّم کے عنایت کئے اُسی وقت وہ تندرست ہوگئے اور وہ دونوں تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے اُن مین سے ایک مجھے دیا وہ میرے پاس موجود ہے **سولہوین حدیث** جناب والد نے مجھے فرمایا کہ درود شریف اس صیغہ سے پڑھا کرو اللھم صل علیٰ محمدٍن النبی الامی وآلہ وبارک وسلم اور کہا مین نے خواب مین پڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا۔ **سترہوین حدیث** مجھ سے بیان کیا جناب والد نے کہ ہمیں خبر دی سید عبداللہ قاری نے کہ مین نے حفظ کیا قرآن شریف قاری زاہد سے کہ وہ بیابان مین رہتے تھے اس اثنا مین کہ ہم دور کررہے تھے قرآن شریف کی کہ ایک قوم آئی عرب کی کہ اُن کا سردار اُنکے آگے تھا قاری صاحب کی قرأت سنی اور اس سردار نے فرمایا

رجل آخر بذلك الزئ فاخبران النبی
صلی اللّٰہ علیه وسلم اخبرهم البارحته
انه سیذهب الی البریة الفلانیة لاستماع
قراء ة القاری هناك فعلمنا ان السیّد
الذی کان یقدمهم هوالنبی صلی
اللّٰہ علیه وسلم قال وقد رایته بعینی
هاتین والله اعلم **اَلْحَدِیْث الثَّامِنُ عشر**
اخبرنی سیدے الوالدانه ارادفی ابتداء
علیه ان یلتزم دوام الصیام ثم تردد فی
ذلك لا ختلاف العلماء فیه فتوجه الی
النبے صلے الله علیه وسلم فراه فی النوم
کانه اعطاه رغیفاقال فقال ابوبکر
الصدیق رضی اللّٰہ عنه الهدایا مشترك
فقدمته الیه فاخذمنه کسرة ثم قال عمر
رضی اللّٰہ عنه الهدایا مشترك فقدمته
الیه فاخذمنه کسرةثم قال عثمان رضی
اللّٰہ عنه الهدایامشترك فقلت ان قسمتم
الرغیف بینکم فایّ شیء یبقیٰ لهذا
الفقیر فامسك **الحدیث التّاسع عشر**
اخبرنی سید الوالدانه رکب فی رمضان
الی مکان فاصابه الحرُّوالتعب فنعس
فی تلك الحالة فرای النبے صلی
اللّٰہ علیه وسلم فاعطاه طعاماً لذیذاً
متخذا من الارز والحلاوة والزعفران
والسن فاکل حتی شبع واعطاه ماء بارداً
فشرب حتی روی ثم استیقظ ولا جوع
له ولا عطش وفی یده ریح الزعفران

بارک اللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تم نے حق ادا کیا پھر
تشریف لے گئے اور ایک اور شخص اُسی صورت میں
آیا کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل شب کو
فرمایا تہا ان لوگون سے کہ تشریف لیجائینگے فلانے
بیابان مین قاری کی قرأت سننے کو تو ہم نے جانا کہ
جو سردار قوم کے آگے آگے تشریف لائے تھے وہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا مین نے بیشک دیکھا ہے
اُنکو اپنی اُن دونوں آنکھوں سے۔ **اٹھارویں**[18]
حدیث: مجھ سے فرمایا جناب والد نے کہ مین نے
ابتداء طلب مین ارادہ کیا ہمیشہ روزہ رکھنے کا پہر تردد
ہوا اسمین کہ علماء کا اسمین اختلاف ہے تو مینے توجہ کی
طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے آپکو خواب
مین دیکھا کہ گویا مجھے روٹی عنایت کی تو حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الہدایا مشترک
یعنے تحفہ مین اور بھی شریک ہین مین اُنکے روبرو لیگیا
انہون نے اسمین سے ایک ٹکڑا لیلیا پہر حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الہدایا مشترک مین اُنکے
سامنے لیکے حاضر ہوا انہون بہی ایک ٹکڑا اسمین سے
لیلیا پہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
الہدایا مشترک پہر مینے کہا کہ اگر روٹی تم نے
آپسمین تقسیم کر لی تو اس فقیر کے پاس کیا رہیگا تو
خاموش ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ **انیسویں**[19]
حدیث جناب والد نے بیان کیا کہ ماہ رمضان
شریف مین کہیں جانے کو سوار ہوا مین تو گرمی
وتکلیف مجھے بہت ہوئی مین سوگیا اوس حال مین تو
زیارت ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے کھانا
لذیذ عنایت کیا کہ چانول اور قند اور گھی سے طیار ہوا
تہا وہ کھایا اور سیر ہوا اور پانی سرد عطاء فرمایا اُسے
پیا تشنگی دفع ہوئی پھر جب جاگا تو نہ بھوک تھی نہ
پیاس اور ہاتھون سے زعفران کی خوشبو چلی آتی تہی

در الثمین مصنفہ شاہ ولی اللہ ''محدث'' دہلوی (صفحہ 7,6)

''اتحاد واتصال'' کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں کہ احادیث کے سرمایہ کی ''کمی'' کس ''خوبی'' کے ساتھ شاہ صاحب نے پوری کردی!

تحدیثِ نعمت

مَشْهَد'' آخَرُ

(۳۴)مشہد-نورارشادیت

رَاَیۡتُ وَاَنا اطوفُ بِالۡبَیۡتِ	میں جس وقت خانہ کعبہ کا طواف کررہا
الۡعَتِیۡقِ لِنَفۡسِیۡ نُوۡرًا عَظِیۡمًا	تھا،تو میں نے اپنی ذات کے لیے ایک
یَغۡشَـی الۡاَ قَـا لِیمَ وَیَبۡهَـرُ	نورعظیم دیکھا کہ جس نے شہروں کو گھیر
اَهۡلَهَا وَفَطَنۡتُ اَنَّ الۡقُطۡبِیَّةَ	لیا ،اور شہروالوں کو روشن کردیا ، سو
اَعۡنِـی الۡاِ رۡشَـادِ یَّةَ اِنَّمَـا	میں نے سمجھا،کہ قطبیت یعنی ارشادیت
یَصِحُّ بِمِثۡلِ هٰذَا النُّوۡر	اسی نور سے ثابت ہوتی ہے جو منور ہے،
الَّـذِیۡ یَبۡهَـرُ وَیَغۡلِبُ وَلاَ	اور سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب
یُغۡلَـبُ وَاِنۡ مِنۡ شَیۡءٍ اِلَّا	نہیں، اور ہرایک شئے اس کے پاس
یاتِـیۡ عَلَیۡهِ وَلَایُوۡ تٰی فَتَدَبَّرۡ	آتی ہے اور یہ کسی کے پاس نہیں جاتا

فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی (صفحہ 189)

یَبۡهَـرُ اَهۡلَهَـا کا ترجمہ ''شہروالوں کو روشن کردیا'' کیا گیا ہے مگراصل ترجمہ ''شہروں کے رہنے والوں کو مبہوت کردیا'' ہوگا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ''قطب ارشاد'' کا مقام وہ بلند مقام ہے جس کے حصول کے لیے جان ومال غرض سب کچھ نچھاور کردیا جائے تو کم ہے۔یہی بات شاہ ولی اللہ سے پہلے ''مجدد الف ثانی'' صاحب تفصیل کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں۔اس بیان پر بھی نظر ڈالیے اور'' قطب ارشاد'' کے مرتبے کو پہچانیے:

نبی ﷺ کی جانب سے ''مجدد الف ثانی'' کو قطب ارشاد کا منصب ملنا

اوراس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے، سردار دین و دنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات النامیات کی جانب سے قطبیت ارشاد کی خلعت عطا ہوئی اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔

مبداء ومعاد مصنفہ ''امام ربانی مجدد الف ثانی'' ترجمہ زوار حسین نقشبندی مجددی (صفحہ 95)

اس کے بعد ''مجدد صاحب'' نے اس منصب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا:

قطب ارشاد کی مرکزی حیثیت

قطب الارشاد اور اس کا فیضان عام قطب ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بہت صدیوں اور زمانوں کے بعد اس انداز کا کوئی جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دنیائے تاریک اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک جس کو بھی رشد، ہدایت، ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے، اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کا نورِ ہدایت ایک بحرِ بیکراں کی صورت میں پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دریا گویا کہ منجمد (جما ہوا اور بستہ) ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے، یا یہ کہ وہ بزرگ خود کسی طلبگار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک سوراخ اس طلبگار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جسقدر توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس دریا سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو ذکرِ الٰہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اس بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے تو اسی اندازہ کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے

قطب الارشاد کا انکار البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو اس شخص سے کوئی گرانی ہو تو وہ کتنا ہی ذکر الٰہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اُسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوگی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔ بلا حقیقت کے صرف صورت سے لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

قطب الارشاد سے اخلاص اور جو گروہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص و محبت رکھتا ہے، خواہ وہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی تعالیٰ شانہٗ سے کتنا ہی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (جو لوگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)۔

ترجمہ مبداء و معاد (صفحہ 99-101)

لِلّٰہ بتاؤ کہ آج کا قطب ارشاد کون ہے؟ مبادا اُس کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے، اور انسان کہیں کا نہ رہے! یہ ہے ''قطب ارشاد'' کا مقام! اب لازم ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت چوکنا رہے۔

اس ایک بیان میں ''حقیقت و صورت، ظاہر و باطن، توجہ و التفات ...... غرض دقائق ہی دقائق کا انبار لگا دیا گیا ہے!

اللہ تعالیٰ کا شاہ ولی اللہ کو دُنیا اور آخرت کے مواخذہ سے بری کر دینا!

وَاَعْطَانِی الْعِصْمَةَ مِنَ الْمُوَاخَذَةِ دُنْيَا وَآخِرَةً فَكُن مَاتَجْرِیْ عَلَیَّ مِنَ الشَّدَائِدفَاِ نَّمَا هُوَ مِنْ مُقْتَضَيَاتِ الطَّبِيْعَةِ لَا مِنْ بَابِ الْمُوَاخَذَةِ	اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دنیا اور آخرت کے مواخذہ سے عصمت عطاء فرمائی لہٰذا جو سختیاں بھی مجھ پر گذریں، وہ مقتضیات طبیعت سے ہیں مواخذہ کی وجہ سے نہیں۔

فیوض الحرمین (صفحہ 191)

شاہ صاحب کے ساتھ یہ کوئی خصوصی سلوک نہیں ہے۔اسی کتاب میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ میرے والد اور تایا کے اُوپر سے بھی اللہ نے تکلیف اُٹھالی تھی۔شاہ ولی اللہ صاحب کی ساری ''عظمت ومنزلت'' کے ذکر کے بعد ایک لطیفہ بھی سُنتے جایئے۔اور وہ یہ کہ اہلحدیث ''حضرات'' جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں،شاہ صاحب کی کتابوں کا کبھی مطالعہ نہیں کرتے۔شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں قبر نبوی پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی اور میں نے ان میں سے بعض کو اپنی فطرت کے علی الرغم تعبّدی سمجھ کر مان لیا: پہلی بات تسبب (اسباب مہیا کرنے) سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم تھا،تیسری بات علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے کے بجائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو افضل سمجھنا تھا،اور دوسری بات یہ:

نبی ﷺ کا شاہ صاحب کو چار مذہبوں کی تقلید کرنے اور اُن سے باہر نہ نکلنے کا حکم دینا اور اُن کا امرِ تعبّدی سمجھ کر مان لینا

وَثَانِيُهَا الُوَصَاةُ بِالتَّقُلِيُدِ بِهٰذِهِ الُمَذَاهِبِ الاَرُبَعَةِ لَآ اَخُرُجُ مِنُهَا وَالتَّوُفِيُقُ مَااسُتَطَعُتُ وَجِبِلَّتِيُ تَابَى التَّقُلِيُدَ وَتَاَنَفُ مِنُهُ رَاُسًا وَلٰكِنُ شَيٌ طُلِبَ مِنِّي التَّعَبُّدُ بِهٖ خِلَافَ نَفُسِيُ	اور دوسرا امر یہ ہے، کہ ان مذاہب اربعہ میں کسی ایک مذہب کے مقلد ہونے کی وصیت کہ میں ان سے نہ نکلوں اور تابمقدور ان کی موافقت کروں اور میری سرشت تقلید کا انکار کرتی تھی اور اس سے روگردانی کرتی تھی لیکن ایک شئے مجھے میرے نفس کے خلاف باعتبار تعبد کے طلب کی گئی تھی

فیوض الحرمین (صفحہ 187,188)

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو نبی ﷺ کی ''وصیت'' سُنا کر مسلک اہلحدیث کی بالکل نفی ہی کردی! یہ بات بھی خیال میں رکھیے کہ نبی ﷺ نے شاہ ولی اللہ صاحب کو تقلید کے ساتھ ساتھ اسباب نہ اختیار کرنے اور اولاد کے لیے اپنے پیچھے کچھ غم نہ کرنے کا جو ''حکم'' دیا تھا وہ یوں ہی نہیں تھا بلکہ نبی ﷺ نے گویا شاہ صاحب کے بچوں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی جیسے کہ ''حکیم الامت'' اشرف علی

تھانوی صاحب کی مرتب کی ہوئی کتاب ''حکایات اولیاء'' کی حکایت نمبر ۵ میں آیا ہے اور جو محمد زکریا کاندھلوی اور مفتی محمد شفیع کی تحریک اور اصرار پر ۱۳۴۸ھ میں لکھی گئی (اس بات کا کتاب کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے)۔ حکایت آپ کے سامنے ہے:

> حکایت (۵) حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو مقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ مولینا نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے۔ (از تحریرات بعض ثقات)
> (منقول از اضافہ مولوی محمد نبیہ صاحب اور اشرف التنبیہ)

حکایات اولیاء مرتبہ اشرف علی تھانوی (صفحہ 28)

کیا اب ''حضرت رشید احمد گنگوہی صاحب'' کی بیان کردہ روایت پر بھی شک وشبہ کی گنجائش ہے؟ قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں آتا ہے کچھ صبحیں، کچھ شامیں گزارتا ہے، کچھ دن ورات بدلتے ہیں اور پھر ایک دن قبر کا تاریک گوشہ حصہ میں آتا ہے۔ وہاں کیا ہوتا ہے؟ کیا بیتتی ہے؟ ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ معلوم کرے۔ شاہ صاحب نے اس کا طریقہ بھی بتلا کر تسکین قلب کا سامان مہیا فرما دیا:

کشف قبور کا عملی طریقہ

بدانکہ ذکر برائے کشف قبور اول چوں در مقبرہ درآید دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند اگر سورہ فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند در دوم اخلاص والانہ در ہر دو رکعت پنج پنج بار اخلاص بخواند وبعدہ قبلہ را پشت دادہ بنشیند ویک بار آیۃ الکرسی وبعضے سورتہا کہ در وقت زیارت می خواند	ذکر کشف قبور جان کہ ذکر کشف قبور کیواسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ اُن بزرگ کی روح کیواسطے پڑھے اگر سورہ فتح یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص اور نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعضی سورتیں جو زیارت

چنانچہ سورۃ ملک وغیرذالک بعدہ قل گوید پس از فاتحہ یازدہ بارسورہ اخلاص بخواند وختم کند وتکبیر بخواند وبعدہ ہفت کرت طواف کند ودرآن تکبیر بخواند وآغاز از راست بکند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد وبیاید نزدیک روئے میت بنشیند وبگوید یارب بست ویک بارو بعدہ اول طرف آسمان بگوید **یاروح** دردل ضرب کند **یاروح الروح** مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور وکشف اروح حاصل آید	کیوقت پڑھتے ہیں۔ جیسے سورہ ملک اوراسکے سوا بعدہ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بارسورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اِسمیں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے اور پھر پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے اور کہے یارب اکیس دفعہ بعدہ اول طرف آسمان کے کہے **یاروح** اور دل میں ضرب کرے **یاروح الروح** جب تک کہ انشراح پائے یہ ذکر کرے انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور وکشف ارواح حاصل ہوگا۔

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب (صفحہ 114,113)

قبر کے طواف اور میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا؟ آج بھی جو قبر کا طواف ہورہا ہے اور قبر کے پائنتی کو جو بوسہ دیا جارہا ہے، اُس کی ''فضیلت'' کی یہ دلیل ہے۔

آخر میں حجتہ اللہ البالغہ سے ایک اقتباس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو اس بات کا ثبوت مہیا کرے گا کہ ''اولیاء اللہ'' مرنے کے بعد ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں، فرشتوں کی طرح اُن پر بھی الہام ہوتا ہے، وہ بھی کاروبار دنیا کرتے ہیں جیسے فرشتے کرتے ہیں...........!

فکذلك الانسان قدیکون فی حیاته الدینا مشغولا بشهوة الطعام والشراب والغلمة وغیرها من مقتضیات الطبیعة والرسم لکنه قریب الماخذ من الملا السافل قوی الانجذاب الیهم فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجه فلحق بالملائکة و صارمنهم والهم کالها مهم وسعی فیمایسعون فیه

حجتہ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ نور محمد، کراچی (صفحہ 74)

اُردو ترجمہ: بالکل اسیطرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسیطرح کے دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اسکا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اسکو زیادہ میلان اور کشش ہوتی ہے۔ لہٰذا جب وہ مرجاتا ہے تو اسکے تمام جسمانی علاقے و تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصلی طبیعت کیطرف عود کر آتا ہے اور پھر ملائکہ میں ملکر انہی میں کا ہو جاتا ہے اور انہی کے سے الہامات اسکو بھی ہونے لگتے ہیں اور ان کے جیسے کام وہ بھی کرنے لگتا ہے (اور اس طرح انکا دست و بازو بنجاتا ہے)۔

ترجمہ حجتہ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ نور محمد کراچی (صفحہ 74)

شاہ صاحب نے بتلا دیا کہ ''اولیاء اللہ'' کی کیا ''شان'' ہوتی ہے! عام مسلمین کو تو مرنے کے بعد صرف صبح و شام ہی اُن کی جنت کی بادشاہی دکھائی جاتی ہے اور بس؛ شہداء جنتوں کی زندگی میں کھاتے پیتے بھی ہیں اور چلتے پھرتے بھی مگر دنیا میں واپس نہیں آسکتے؛ مگر ''یہ اتحادی بزرگ'' دنیا سے اپنے تعلق منقطع نہیں کرتے؛ منقطع کرنا تو الگ رہا وہ تو اور قریب ہو کر فرشتوں کی طرح تکوین عالم کے معالات کی ذمہ داری سنبھال لیتے ہیں......! اس ''امر واقعہ'' کے ثبوت میں حجتہ اللہ البالغہ کے مترجم صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

''چنانچہ جب روم اور روس میں سپاسٹول کے قلعہ پر لڑائی ہوئی تو بہت سے اہل اللہ نے تہجد کے وقت مسجد نبویؐ میں آں حضرت صلعم اور صحابہ کرام کو تیر مارتے دیکھا چنانچہ اُسی روز صبح کو لشکر اسلام غالب آیا''۔

(حاشیہ حجتہ اللہ البالغہ مطبوعہ نور محمد، کراچی)

یہ ہے وہ خاندان جس کا ایک ایک فرد تاریخ کے اوراق میں ''آفتاب و ماہتاب'' کی طرح چمکتا ہے! برصغیر ہند و پاکستان میں ''قرآن اور حدیث کا علم'' بھی انہی ''حضرات'' کے ذریعے پہنچا اور خوب پہنچا؛ مگر یہ بات تو مفسرین اور محدثین نے بھی کی ہے۔ ایک بات جو مفسرین و محدثین نہ کر سکے اور جس کے لیے اُمت اس خاندان کی ''مرہون منت'' ہے، وہ یہی ''اتحاد ثلاثہ'' کا اثبات اور اُس سے وجود میں آنے والی ''اقدار مشترکہ'' کے متعلق معلومات اور اطلاعات ہیں۔ برصغیر میں آج

جہاں بھی جو دین پایا جاتا ہے، اس کی انتہا اسی خاندان تک ہے۔ اہل حدیث ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور بریلوی دیوبندی ''حضرات'' ان کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

دل تو نہیں چاہتا کہ ان کے تذکرے کو ختم کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ ابھی عبدالحق ''محدث'' دہلوی صاحب اور خواجگان چشت کا ذکر باقی ہے لیکن آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کا برملا اعلان مناسب ہے کہ یہ ''بزرگ ذاتیں'' چاہے کتنی ہی مشہور ومعروف کیوں نہ ہوں، مگر قرآن وحدیث کے لحاظ سے انہوں نے دینِ حق کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ توحید قرآنی کے بجائے ''اتحاد سبائی'' کو انہوں نے اپنایا ہے اور اسی فلسفہ کے نشان ہائے راہ کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں یہاں تک کہ خود بھی دین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے دُور ہو گئے اور اپنے ساتھ ایک عالَم کو اس سے دور کر دیا......! یہ صرف اسی خاندان پر موقوف نہیں ہے بلکہ جو خانوادہ بھی، جو فرد بھی اس راہ طریقت پر گامزن ہوا ہے، آخرِ کار توحید کے بجائے ''اتحاد'' کی منزل پر پہنچ کر ہی اس نے دم لیا ہے۔ بندگی کے بجائے ''خدائی'' کی ہوس نے اُسے ہر آن دیوانہ رکھا اور ہر لمحہ اس کی زبانِ حال حسین بن منصور حلّاج کا یہی شعر گنگناتی رہی ؎

کفرتُ بدین اللّٰہ والکفر واجب..........لدی وعند المسلمین قبیح

''میں نے اللہ کے دین (قرآن وحدیث کے دین) سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر کرنا ہی واجب ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں ایسا کرنا بہت برا ہے۔''

سچی بات یہ ہے کہ اصلی دین تو اس برصغیر ہندو پاک میں کبھی آیا ہی نہیں۔ وہ جو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لائے تھے، اس کے آثار بہت جلد مٹ گئے۔ اس ملک میں تو توحید کے ماننے والوں کے بجائے ''ذات خداوندی'' کے ساتھ ''اتحاد'' کا عقیدہ رکھنے والے اہل طریقت نے قرآن وحدیث کے اسلام کو اپنے رنگ میں پیش کیا اور دینداری کے بعض ظواہر کے ذریعے اُسے ایسا کیما فلاج (camouflage) کیا کہ ایک عالم اُس کے دام میں آ گیا۔ پھر خانقاہیں بنیں، ہاہو کی محفلیں گرم ہوئیں، قبریں اونچی کی گئیں، قبے وجود میں آئے، اور عرس ومیلوں کی دُھوم مچ گئی، جبینوں میں سجدہ ہائے تعظیمی اور جیبوں میں نذرانے مچلنے لگے، قرآن وحدیث کی جگہ ملفوظات ومکتوبات، واردات نے لے لی، ''حضرت''، ''فنا فی اللہ'' ہوکر ''کبریائی'' کے سنگھاسن پر بیٹھے اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لیے ''خدائی'' کی ایک گدی اور ''کردگاری'' کی ایک میراث چھوڑ گئے......

پھر کہیں جا کر اسلام کی شوکت پارہ پارہ، ہوئی، عصمتوں کے کفنوں کے تار ہوا میں بکھرے، نونہالوں کے گرم و سیال خون کو دھرتی نے چوسا اور گلرنگ بنی، بستیوں سے دھواں اٹھا اور کھیتوں میں آگ لگی، سبائی فتنہ گروں نے یقینی کامیابی کی خوشی میں قہقہے لگائے، بالآخر اس اتحادی دین کی فتح اور اپنی ناکامی پر اسلام کا دمکتا ہوا چہرہ اُتر گیا!

دُنیا والے زمانۂ حال کے یہودی دماغ پر عش عش کرتے ہیں کہ کس طرح اُس نے سائنس کے کلیات و بدیہات تک کو زیر وزَبر کر ڈالا اور اپنے ایک سادہ سے فارمولے کے ذریعے ثابت کر دکھایا کہ سائنس والوں کا صدیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ مادہ ناقابل تلف ہے اور یہ کہ مادہ بہرحال مادہ ہی رہے گا، توانائی میں تبدیل ہو جائے ممکن نہیں۔ اس جرمن یہودی نے ثابت کر دکھایا کہ مادہ تلف ہو کر توانائی کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور یہ جو پہلے کہا جاتا تھا کہ سائنس کے لحاظ سے مادہ کی بربادی ممکن نہیں ہے اس لیے کائنات کا برباد ہونا اور قیامت کا آنا بھی امر محال ہے، یہ بات باقی نہ رہی اور سائنس کے لحاظ سے بھی قیامت کا وقوع ممکنات کے دائرے میں آ گیا۔ شروع شروع میں اس بات کو ماننے میں تامل ہوتا رہا لیکن جب جاپان کے دوشہروں نے صفحۂ ہستی سے مٹ کر اس کی صداقت کی گواہی دے دی تو دنیا والوں کو مانے بغیر چارہ نہ رہا۔ کس قدر سادہ تھی اس جرمن یہودی سائنس داں کی مساوات (equation) : $E = M.C^2$ (یا) ا = م س^2

("ا" سے توانائی، "م" سے وزن مادہ اور "س" سے مراد رفتار روشنی)۔ لیکن حیف اس دنیا پر کہ اس نے تیرہ سو برس پہلے گزرے ہوئے اس یمنی یہودی کی کچھ "قدر" نہ کی جس نے اس سے زیادہ سادہ مساوات کے ذریعے دوشہر نہیں، دو عالم تہ و بالا کر ڈالے، اور قرآن و حدیث کے مقابلے کے لیے ایک ایسے "اتحادی دین" کی داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکمل غلبہ اور پوری سرفرازی حاصل کر کے قرآن و حدیث کا راستہ روک دیا! وہ سادہ تر مساوات یوں تھی: **خ = پ ا^3**

(یعنی "خدائی" = پیر کامل × اتحاد ثلاثہ)۔ پھر اس آفاقی فارمولے کے ذریعے وہ "بزرگ و برتر" ذاتیں عالم واقعہ میں نمودار ہوئیں جن کی آج دھوم مچی ہوئی ہے۔ دُہرے غم انہوں نے سہے: کبھی "خدائی" کی دردِسری انگیز کی اور کبھی بندگی کے دردِ جگر میں وہ مبتلا رہے۔ ان "برگزیدہ ہستیوں" کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو کچھ یوں نظر آئے گا:

پہلی صدی ہجری: ایسی ذاتوں سے خالی

دوسری صدی ہجری: ''حضرت'' ابراہیم بن الادہم (متوفی ۱۶۲ھ)، ''حضرت'' رابعہ بصری (متوفی ۱۸۵ھ)

تیسری صدی ہجری: ''حضرت'' معروف کرخی (متوفی ۲۰۶ھ)، ''حضرت'' ذوالنون مصری (متوفی ۲۴۵ھ)،
''حضرت'' سری سقطی بغدادی (متوفی ۲۵۹ھ)، ''حضرت'' بایزید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ)،
''حضرت'' ابوعبداللہ ترمذی (متوفی ۲۸۵ھ)، ''حضرت'' جنید بغدادی (متوفی ۲۹۸ھ)

چوتھی صدی ہجری: ''حضرت'' حسین بن منصور حلاج (متوفی ۳۰۹ھ) ''حضرت'' ابوبکر شبلی (متوفی ۳۳۴ھ)

پانچویں صدی ہجری: ''حضرت'' علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری (متوفی ۴۶۵ھ)،
''حضرت'' ابواسمٰعیل ہروی (متوفی ۴۸۱ھ)

چھٹی صدی ہجری: ''حضرت'' امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)، ''حضرت'' عبدالقادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ)،
''حضرت'' احمد رفاعی (متوفی ۵۷۸ھ)

ساتویں صدی ہجری: ''حضرت'' خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (متوفی ۶۳۳ھ)، ''حضرت'' خواجہ بختیار کاکی
(متوفی ۶۳۴ھ)، محمد ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ)، ''حضرت'' خواجہ فرید الدین گنج شکر
(متوفی ۶۷۰ھ)، ''مولانا'' جلال الدین رومی (متوفی ۶۷۳ھ)

آٹھویں صدی ہجری: ''حضرت'' خواجہ نظام الدین اولیاء (متوفی ۷۲۵ھ)، ''حضرت'' امیر حسن بن علاء
سنجری دہلوی المعروف بخواجہ حسن دہلوی (متوفی ۷۳۶ھ)

نویں صدی ہجری: شاہ مدار (متوفی ۸۵۰ھ)، شاہ مینا لکھنوی (متوفی ۸۷۰ھ)

دسویں صدی ہجری: (اور گیارہویں ہجری کے شروع کا زمانہ) خواجہ باقی باللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ)

گیارہویں صدی ہجری: ''حضرت'' احمد سرہندی المعروف بجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ)،
''حضرت'' عبدالحق ''محدث'' دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

بارہویں صدی ہجری: شاہ ابوالرضا محمد (متوفی ۱۱۰۰ھ)، شاہ عبدالرحیم (متوفی ۱۱۳۱ھ)، شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ)

تیرہویں صدی ہجری: شاہ عبدالعزیز (متوفی ۱۲۳۹ھ)، شاہ اسمٰعیل ''شہید'' (متوفی ۱۲۴۶ھ)،
سید احمد ''شہید'' (متوفی ۱۲۴۶ھ)، ''حضرت'' عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ)

چودھویں/ پندرہویں صدی ہجری: خاندان ولی اللٰہی کے خدام یعنی جماعت دیوبند، بریلی واہل حدیث۔

یہ سارے ''حضرات''جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اسی ''دین اتحاد'' کے علمبردار تھے، اور آج جو دین ''اسلام'' کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے، وہ انہیں ''حضرات'' کا ایجاد کردہ ہے: قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ، یکسر ممتاز، دینِ بندگی کے بجائے ''دینِ خدائی''! ہوسکتا ہے کہ اس اظہار حقیقت پر کسی کو بلا وجہ غصہ آجائے تو اُس کی خدمت میں عرض ہے کہ غم وغصہ جذباتی کیفیات ہیں۔ ان کی وجہ سے حقیقت کا انکار کر کے زہر پر تریاق کا لیبل لگا دینا کسی صاحب عقل کو زیب نہیں دیتا۔

دوسرا وار جو اس بیان کے خلاف کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں تم ہی ایک ایسے علامۂ دہر پیدا ہوئے ہو جو ماضی کے اس ''درخشاں ترین'' باب کو کتابِ زندگی سے بیک جنبش قلم نکال دینا چاہتے ہو، تو ان کی خدمت میں عرض کرنا پڑے گا کہ حاشا! میں تو مقتدی ہوں، امام نہیں۔ امام تو وہ ہیں جن کے خلاف زبان کھولنے کا بھی کسی کو یارا نہیں۔ سُنو! یحییٰ بن سعید القطان (۱۲۰ھ تا ۱۹۸ھ) کون اور کیا تھے؟ انہوں نے اس نئے دین کی پہلی انگڑائی ہی کا عالم دیکھا تھا کہ اس کی حشر سامانیوں کے خوف سے لرزہ براندام ہوکر ''اَلْحَذَر، اَلْحَذَر'' کا نعرہ لگانے لگے۔ ملاحظہ فرمایئے:

قَالَ مُحَمَّدٌ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِنِ الْقَطَّانُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمْ نَرَاالصَّالِحِيْنَ فِىْ شَىْءٍ اَكْذَبُ مِنْهُمْ فِى الْحَدِيْثِ قَالَ ابْنُ اَبِىْ عَتَّابِ فَلَقِيْتُ اَنَا مُحَمَّدًا بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِنِ الْقَطَّانُ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ اَبِيْهِ لَمْ تَرَ اَهْلَ الْخَيْرِ فِىْ شَىْءٍ اَكْذَبُ مِنْهُمْ فِى الْحَدِيْثِ قَالَ مُسْلِمٌ يَّقُوْلُ يَجْرِى الْكِذْبُ عَلٰى لِسَانِهِمْ وَلاَ يَتَعَمِّدُوْنَ الْكِذْبَ (مقدمۃ صحیح مسلم :صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع مصری)

''محمد بن یحییٰ سعید القطان کہتے ہیں کہ میرے باپ یحییٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے صالحین (صوفیاء کو اُس زمانے میں صالحین اور اہل خیر کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے زیادہ کسی کو حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا ابن عتاب کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے محمد بن یحییٰ کی ملاقات ہوئی اور میں نے اس بات کی جو مجھ تک پہنچی تھی ان سے تصدیق چاہی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میرے والد فرماتے تھے کہ اہل خیر (صوفیاء) سے زیادہ تو کسی کو بھی حدیث کے معاملہ میں جھوٹا نہ دیکھے گا۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہوجاتا ہے چاہے جھوٹ بولنے کا ان کا ارادہ بھی نہ ہو۔''

ان کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) نے ان کی پیروی میں دنیا کو ہوشیار و خبردار کیا۔ اور ایک بھرپور وار کے ذریعے اس نئے دین کی جڑ پر ہی تیشہ چلا دیا۔ لیکن اس ظالم کا بلا وا ایسا رنگین اور انداز ایسا ساحرانہ تھا کہ ایک پیش نہ چلی! امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ تھا کہ اس دین کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے جو نبی ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے، وہ بالکل جھوٹ ہے؛ اور اس کو انہوں نے محدثانہ شان سے واضح فرما دیا ہے:

حَدَّثَنِیْ حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحَلْوَانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ قَالَ دَخَلَ اَبُوْدَاوٗدُ الْاَعْمٰی عَلٰی قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوْا اِنَّ هٰذَا یَزْعَمُ اَنَّهٗ لَقِیَ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ بَدْرِیًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هٰذَا کَانَ سَائِلاً قَبْلَ الْجَارِفِ لَایُعْرِضُ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ هٰذَا وَلَا یَتَکَلَّمُ فِیْهِ وَاللهِ مَاحَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِیٍّ مُّشَافِهَةً وَّلَا حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ بَدْرِیٍّ مُّشَافِهَةً اِلَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِکٍ (ایضاً:صفحہ ۱۷)

''امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا اور ان کو یزید بن ہارون نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہمام نے خبر دی کہ ابو داؤ دالاعمٰی (نابینا) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کی محفل میں داخل ہوا۔ جب وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو اہل مجلس نے کہا کہ یہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا، اس کو علم سے کچھ بھی مَس نہ تھا اور نہ کبھی علم کے بارے میں کوئی بات کرتا تھا، یہ کیا بدری صحابیوں سے ملاقات کرتا؛ اس سے زیادہ سِن والے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک بدری صحابی سعد بن مالک (یعنی سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے حدیث سُن کر ہم تک نہیں پہنچائی۔''

اس طرح سے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما سے (جو دونوں بھی بدری صحابی ہیں) کچھ نہیں سنا اور اس طرح جو صوفیاء اپنے مذہب تصوف کو ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے ذریعہ نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں، وہ بالکل جھوٹ ہے۔

وار کاری تھا مگر سخت جانی ایسی کہ الامان والحفیظ۔ آخر کار جب یہ لالہ رخ سیمیں بدن قیامتیں ڈھاتے ڈھاتے عہد شباب کو پہنچا تو ایک ''زاہد خشک'' بنام ابن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)[1] نے مردانہ وار تن تنہا میدان میں نکل کر مبارزطلبی کی۔ پینترے بدلے گئے، وار ہوئے اور ایسا لگنے لگا کہ برسات

[1] ابن تیمیہ کے عقائد کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''ایمانِ خالص قسط دوم'' دیکھیے۔

کی چاندنی راتوں کا یہ ماہِ نیم ماہ اب بدلیوں میں آیا، کہ دفعتاً ایک تیر قضا چلا اور قصہ ختم ہو گیا۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ کسی ''سر پھرے'' کو اس مہہ وش سے آنکھ ملانے کی جراءت پھر نہ ہوئی!

اس تاریخی روداد کے بعد لازم ہے کہ ہم پھر اُن ہستیوں کے کارناموں کی طرف پلٹیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات رنگین ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو اس برصغیر میں ایک جامع شخصیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ:

> **کاتب الحروف (مصنف شاہ ولی اللہؒ) کہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کا روحانی دستور یہ چلا آ رہا تھا کہ ہر صدی میں طریقہ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانیوالا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا ہے۔**

ترجمہ انفاس العارفین (صفحہ 37)

اس لیے مناسب یہی ہے کہ شاہ صاحب کے ارشاد کے بموجب اب ہم ''حضرات چشتیہ'' کے ''فضائل'' کا قصہ چھیڑیں۔ اس خاندان کا سلسلہ ہندوستان کی سرزمین پر خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری سے شروع ہو کر خواجہ نظام الدین اولیاء تک اس شان سے پہنچا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی مرتبہ کتاب ''انیس الارواح'' کا پہلا واقعہ اپنے سامنے رکھیے جس میں انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی اپنے پیر سے پہلی ملاقات کا ذکر فرمایا:

ذکر خواجہ عثمان ہارونی کا بقلم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

> (۱) ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مسمی بہ انیس الارواح
>
> مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ
>
> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
>
> **الحمد للہ رب العالمین : والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علے رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اے عزیز خدا تجھے نیک بخت کرے کہ یہ وہ اخبار وآثار انبیاء اور اسرار وانوار اولیاء ہین جو کلمات اور انفاس متبرکہ سید العابدین بدر العارفین اکرم اہل ایمان وافر البر والاحسان حضرت شیخ معظم خواجہ عثمان ہارونی غفر اللہ لہ ولوالدیہ سے سُنے گئے اور اس رسالہ مختصر مین کہ موسوم بہ انیس الارواح ہے لکھے گئے ہین الحمد للہ رب العلمین**

جب کہ مسلمانون کے دعا گوفقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سنجری کو خاص
شہر بغداد مسجد خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مین دولت پا بوسی حضرت خواجہ عثمان
ہارونی نور اللہ مرقدہ کی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمتمین حاضر تھے سو
جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لئے زمین پر سر رکھا تو ارشاد ہوا کہ جا دوگانہ نفل
شکرانہ ادا کر بجز دارشاد حضور کے مین دوگانہ ادا کر کے حاضر ہوا پھر فرمایا روبقبلہ
بیٹھ مین روبقلبہ ہو بیٹھا پھر فرمایا کہ سورہ بقرہ پڑہ جب مین پڑہ چکا تو حکم ہوا کہ
اکیس[۲۱] بار درود اور اکیس[۲۱] بار سبحان اللہ پڑھ مین اس سے فارغ ہوا تو اُس وقت حضور
نے کھڑے ہو کر منھ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ آتجکو خدا
تک پہونچا دون اور خدا رسیدہ کر دون اسکے بعد ہی حضور نے دست مبارک مین
مقراض لیکر اس دعا گو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی مین لیا پھر کلاہ چہار گوشہ اس
عقیدت کیش کے سر پر رکھی اور را عزاز بخشا اور گلیم خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا
مین بیٹھ گیا ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ مین ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے جا آج
کے دن اور آج کی رات ذکر مین مشغول رہ چنانچہ یہ درویش موافق حکم وارشاد
حضور سراپا نور کے کامل ایک شبانہ روز طاعت اور عبادت مین مشغول رہا دوسرے
روز جو خواجہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت مین مشرف ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور
ہزار بار سورۂ اخلاص پڑہ جب مین پڑہ چکا فرمایا کہ اوپر آسمان کیطرف دیکھ مین نے
نظر کی فرمایا اب تو کہان تک دیکھتا ہے مین نے عرض کیا عرش اعظم تک پھر فرمایا کہ
زمین کیطرف دیکھ جب مین نے زمین کیطرف دیکھا تو پوچھا کہ اب کہان تک
دیکھتا ہے مین نے عرض کیا تحت الثرےٰ تک پھر فرمایا کہ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص
اور پڑہ جب مین پڑہ چکا فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ جب مین نے دیکھا
فرمایا کہ اب کہاں تک دیکھتا ہے مین نے کہا حجاب عظمت تک پھر فرمایا کہ آنکھ
بند کر مین نے آنکھ بند کر لی پھر فرمایا آنکھ کھول دے مین نے آنکھ کھول دی تو مجکو دو
انگلیان دست مبارک کی دکھلائی دین اور فرمایا کہ اس مین کیا دکھلائی دیتا ہے مین
نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہین جب مین نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ
جا اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ ایک اینٹ حضور کے سامنے تھی فرمایا اسے اُکھیڑ لے
جب مین نے اُسے اکھیڑا تو اُس کے نیچے کچھ روپیہ تھے فرمایا کہ ان کو لے اور

فقیرون کوصدقہ دے جب مین صدقہ دینے سے فارغ ہوکر حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چند روز ہماری خدمت مین ملازم رہ مین نے عرض کیا کہ فرمانبردار ہون جو ارشاد ہو بجالاؤن۔ اسکے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہ نے خانۂ کعبہ کی جانب عزم سفر فرمایا اور یہ پہلا سفر ہے کہ دعاگو بھی اُس مین حضور کے ہمراہ رکاب ہوا لغرض اثناء راہ مین ایک شہر مین گذر ہوا۔ وہان مقربان خاص کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی کہ وہ اپنے آپے سے خبر نہ رکھتے تھے چندے اُن کی خدمت مین رہنے کا اتفاق ہوا کہ اُس وقت تک عالم صحو مین یعنے حالت شہود وہوشیاری مین نہیں آئے تھے۔ پھر خانہ کعبہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً مین پہونچے اُسجگہ بھی حضرت خواجہ نوراللہ مرقدہ نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے خدا کے سپرد کیا اور میز اب رحمت یعنی خانہ کعبہ کے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہوکر اس فقیر کے حق مین دعائے خیر اور مناجات فرمائی اُسوقت غیب سے آواز آئی کہ ہم نے **معین الدین** کو قبول کرلیا پھر وہان سے واسطے زیارت روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضور اقدس مین حاضر ہے سلام کر مین نے سلام عرض کیا روضۂ انور سے آواز آئی وعلیکم السلام اے قطب مشائخ بحر و بر جون ہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہوگیا پھر ہم بدخشان مین آئے

انیس الارواح ترجمہ غلام احمد بریاں (صفحہ 4-6)

پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی ''توجہ'' پر کیا کچھ نہ ہوگیا بع کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا یہ پابوسی، یہ ''حضرت'' کے سامنے زمین پر سر رکھنا، یہ اوراد وظائف اور آخرِ کار پہلی ہی نشت میں ''خدا'' تک پہنچا دینا، کوئی آسان بات ہے! حج کے موقع پر سر پر قینچی چلا کر اللہ کی غلامی کے اقرار کی طرح ''حضرت عثمان ہارونی'' کا خواجہ معین الدین کے سر پر قینچی چلا کر اپنی غلامی میں لے لینا بھی ملاحظہ فرمایئے، پھر کلاہِ چہار گوشہ کا سر پر رکھنا کہ اب چار ترک اختیار کرنے پڑیں گے: یعنی {1} ترکِ دُنیا {2} ترکِ عقبٰی {3} ترک اَکلُ ونَوم (یعنی کھانا اور سونا) {4} ترک خواہش نفس؛ پھر ایک دن اور رات کی ریاضت اور اس کے بعد یہ کمال کہ اُوپر عرش اعظم اور نیچے تحت الثریٰ تک

ہر چیز کا نظر آنا، مزید ریاضت کے بعد حجاب عظمت تک اور پھر دو اُنگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار عالم .... یا سلام! اب جا کر ''تکمیل'' ہوئی! مگر ''اکمل'' ہونا ابھی باقی تھا، اس لیے مکہ اور مدینہ کا سفر اور راستے میں اُن ''مقربین'' سے ملاقات جو تا حال سُکر سے صحو میں نہیں آئے تھے، پھر خانہ کعبہ میں ندائے غیب کہ ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا؛ لیکن ابھی آخری قبولیت باقی تھی اس لیے مدینہ آ کر ''روضہ رسول'' پر السلام علیکم کہنا اور پھر ''روضۂ رسول'' سے آواز کا آنا کہ ''وعلیکم السلام اے قطب مشائخ بحر و بر''، اور اب کام کا پورا ہو جانا......! یہ پورا واقعہ پڑھنے کے بعد بے ساختہ یہ مصرع نوکِ زبان پر آ گیا کہ شاید ''حضرت'' ع ''خدا کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں''

ذکر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا، قلم خواجہ بختیار کاکی کا، کتاب دلیل العارفین کی

خواجہ بختیا کاکی کی لکھی ہوئی کتاب ''دلیل العارفین'' کے ڈھائی صفحے تسلسل کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔ ان میں خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری کے ملفوظات ہیں، پڑھیے اور ''قہاری'' کی داد دیجیے:

> اس کے بعد خواجہ ادام اللہ تقوٰہ آنکھوں مین آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ کل قیامت مین مؤمنین اور اولیاء صادق اور مشائخ طریقت اور صدیقون کو قبر سے اُٹھائین گے اور اُن کی کملیان ان کے کندھونپر پڑی ہونگی ہر کملی مین سے سو ہزار ریشے لٹکتے ہون گے سو اُن بزرگون کے مرید اور فرزند آ کر اُن کملیون کے ریشون مین لٹک کر کھڑے ہون گے جب تمام خلق حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی اُس وقت حق تعالے اُن کو وہ قوت بخشے گا کہ فوراً پل صراط کے نزدیک پہونچ جائین گے اور اُس کملی کو وہ بزرگ اور اُن کے مرید و فرزند پکڑ کے تیس ہزار برس کی راہ قیامت کے عذابون سے گذر کر پار اتر جائین گے اور اپنے آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا پائینگے ذرہ بھر بھی سختی اُن کو نہ پہونچے گی جب خواجہ نے یہ فوائد تمام کیے تو تلاوۃ کلام اللہ میں مشغول ہوئے اور سب لوگ اور یہ فقیر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے الحمد للہ علی ذلک۔
>
> **مجلس ششم:** پنجشنبہ کے روز دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی اور اور بھی چند درویش جامع مسجد بغداد کے اندر خواجہ علیہ الرحمتہ کی خدمت مین حاضر تھے قدرت آلٰہی کا ذکر چھیڑا آپ نے ارشاد فرمایا کہ

خدائے تعالے نے اپنے علم وقدرت سے عالم مین تمام چیزین پیدا کی ہین اگر آدمی اُن کے کنہ مین غور کرے تو ایک دم مین ہوش باختہ اور حواس پر گندہ ہو جائین اور دیوانہ ومجنون ہو جائے اسکے بعد فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف کے دیکھنے کی آرزو کی فرمان آیا کہ ہم نے حکم کردیا ہے کہ تم اُن کو دنیا مین نہین دیکھ سکو گے آخرت مین دیکھ لینا ہان اگر تم چاہو تو مین اُن کو تمھارے دین مین داخل کردون پھر آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد کیا کہ اس کملی کو لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار مین اس کو ڈالو۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے اور اصحاب کہف سے سلام کیا حق تعالےٰ نے اُن کو زندہ کردیا تو جواب سلام کا انھون نے دیا پھر یاران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دین محمدی پیش کیا اُنھوں نے قبول کیا پھر خواجہ نے یہ فرمایا کہ ایسی کونسی چیز ہے جو خدا تعالی اُسپر قادر نہین ہے تو مرد کو چاہے کہ اُس کے حکمون مین ذرا بھی قصور نہ کرے کیونکہ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس مقام پر خواجہ آنکھوں مین آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ایک وقت مین حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت مین حاضر تھا اور ایک جماعت درویشون کی بیٹھی تھی متقدمین صوفیہ کے مجاہدات وریاضات اور اُن کے فوائد کا حال بیان ہو رہا تھا کہ اس اثنا مین ایک بڈھا ضیغف منحنی نہایت نحیف دراز عصا ٹیکتا ہوا آیا اور سلام کیا خواجہؒ نے جواب سلام کا دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کو نہایت خوشی سے اپنے پہلو مین بٹھایا اُس پیر مرد نے احوال کہنا شروع کیا کہ آج تیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے اور کہیں چلا گیا ہے اُسکے مرنے جینے کی کچھ خبر تک معلوم نہین اُس کی درد جدائی سے میرا یہ حال ہے حضور کی خدمت مین آیا ہون اور اُسکے آنے اور صحت وسلامتی کے لیے فاتحہ واخلاص کی درخواست رکھتا ہون۔ جب خواجہ عثمان ہارونیؒ نے یہ بات سنی تو مراقبے مین سر جھکا یا تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس پیر مرد کے گم شدہ لڑکے کے آنے کے لیے فاتحہ واخلاص پڑھو جب آپ اور سب درویشون نے فاتحہ واخلاص تمام کی پیر مرد سے کہا جاؤ اور ایک لحظے کے بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس ملاقات کے واسطے لے آؤ۔ جو ہین پیر مرد نے زبان مبارک سے یہ سنا فوراً روبرو خواجہ کے

سر جھکا کے واپس گیا ابھی راستے ہی مین تھا کہ کسی نے پیر مرد کا ہاتھ پکڑ کے کہا مبارک ہوتمھارا لڑکا آگیا خوشی خوشی گھر مین آیا اور لڑکے سے ملاقات کی اُس پیر مرد کی آنکھین ضعیف ہوگئی تھین لڑکے کو دیکھتے ہی روشن ہوگئین اور الٹے پاؤن لڑکے کو لیکر خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا ور اور لڑکے کو پابوس کرایا۔خواجہ علیہ الرحمتہ نے اُس کو اپنے آگے بلا کے پوچھا کہ میان تم کہان تھے اُس نے کہا سمندر مین کشتی پر تھا صاحبِ کشتی نے پکڑ کر زنجیر سے جکڑ رکھا تھا آج مین اُسی جگہہ بیٹھا تھا کہ ایک درویش آپ کی شبیھہ گویا آپ ہی تھے آئے اور میرے پاؤن کی زنجیر توڑ میری گردن زور سے پکڑی اور اپنے آگے مجکو کھڑا کیا اور فرمایا کہ اپنا پاؤن میرے پاؤن پر رکھ لے اور آنکھین بند کر جیسا اُن درویش نے حکم کیا مین نے وہی کیا تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آنکھین کھول مین نے جو ہین آنکھین کھولین تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔اتنی بات کہنے پایا تھا اور چاہتا تھا کہ اور کچھ کہے حضرت شیخ الاسلام نے دانت کے نیچے انگلی دبا کر منع کیا کہ اب مت کہہ پیر مرد اٹھا اور اپنا سر خواجہ کے قدمونپہ رکھ کے فرمایا کہ الحمدللہ ابھی تک ایسے قدرت والے مردان خدا موجود ہین مگر اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہین۔ پھر فرمایا کہ یہ سب خدائے عزوجل کی قدرت ہے۔

''دلیل العارفین''،ملفوظات خواجہ چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء(صفحہ 81-83)

اب''کملیوں''کا عمل آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح وہ اپنے ریشوں کے ذریعہ دستگیری کریں گی اوران ریشوں کے ساتھ''برزگوں''کے مرید اور فرزند لٹکے ہوئے ہوں گے اور اسی طرح لٹکے لٹکے تیس ہزار برس کی راہ جو پل صراط کو عبور کرنے کی راہ ہے،چشمِ زدن میں پار کرلیں گے اور بہشت کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے!کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ فقیر جو گلیوں میں گاتا پھرتا ہے کہ

؎ خدا خود کملی والے کا خدائی کملی والے کی

چاہے اصل کے لحاظ سے صحیح نہ ہو،مگر''کملی''میں کوئی بات ہے ضرور!

رہا یہ اصحابِ کہف کا واقعہ،تو اس میں بھی یہی''کملی''اپنی ساحری دکھارہی ہے۔خواجہ معین الدین چشتی نے اسلامی تاریخ کے اس''عظیم الشان''واقعہ کو بیان کر کے ثابت فرما دیا کہ ہر چند کہ

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ علیہم نے جمع حدیث میں جان لڑا دی ہے لیکن ابھی ایسی روایتیں بھی ہیں جو اُن کے کانوں تک نہ پہنچ سکی تھیں ! یہی واقعہ خواجہ نظام الدین اولیاء بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے اور اُن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی ہیں جن کو ہوا اڑا کر اصحاب کہف کے غار تک لے گئی تھی ! ملاحظہ ہو:

> پھر باری تعالیٰ عزّ اسمہ (اس کا نام بلند ہو) کی قدرت پر گفتگو ہوئی اس بارے میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی: ایک دفعہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آرزو کی آپؐ اصحاب کہف کو دیکھیں۔ فرمان الٰہی آیا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپؐ دنیا میں انہیں نہیں دیکھیں گے قیامت میں ان سے آپؐ کی ملاقات ہوگی، البتہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کو آپؐ کے دین میں لے آتے ہیں۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمبل لائے اور چار آدمیوں سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اس کمبل کا ایک ایک کونا پکڑے ان چار میں سے ایک ابوبکر صدیق تھے دوسرے عمر خطاب، تیسرے علی بن ابی طالب اور چوتھے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ بعد ازاں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے کام کرنے کا حکم دیا تھا، حاضر ہونے کے لیے بلایا وہ ہوا حاضر ہوگئی اس کے بعد آپؐ نے اس ہوا سے فرمایا کہ اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار کے دروازے پر اتار دو۔ ہوا اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ اڑا کر لے گئی اور انہیں اس غار کے دروازے پر اتار دیا۔ اصحاب نے باہر ہی سے اصحاب کہف کو سلام کہا حق تعالیٰ نے انہیں اس وقت زندہ کر دیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا بعد ازاں ان اصحاب نے ان کے سامنے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین پیش کیا۔ اور انہوں نے اُسے قبول کر لیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے ...... اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے، فرمایا کون سی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں نہیں۔

ترجمہ ''فوائد الفؤاد'' ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء،

مترجم پروفیسر محمد سرور مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور (صفحہ 210,209)

دیکھا آپ نے خواجہ معین الدین صاحب کے بیان کردہ واقعہ کی تائید خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب نے بھی کر دی، اور تھوڑی تفصیل کے ساتھ! اس کے بعد گمشدہ لڑکے والا واقعہؑ ملاحظہ فرمایے، خواجہ معین الدین چشتی کے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے کیا خوب کاروائی کی: مراقبہ، فاتحہ، اخلاص ...... پھر ارشاد فرمایا جاؤ ایک لحظہ کے بعد اپنے تیس برس سے گم رہنے والے لڑکے کو ہمارے پاس لاؤ۔ چشم زدن میں فاصلے بھی طے ہو گئے، بچہ بھی آ گیا اور ''**کن فیکون**'' کا مسئلہ بھی اختتام کو پہنچا۔ سبحان اللہ! یہ بات اگر خواجہ معین الدین چشتی نے آٹھویں صدی ہجری میں بیان فرمائی ہے تو ان سے پہلے پانچویں ہجری میں ''حضرت علی ہجویری صاحب'' مصنف ''کشف المحجوب'' طیّ الارض کا واقعہ یوں بیان کر گئے ہیں:

حضرت ابوبکر وراق ترمذی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ اے ابوبکر وراق ہم تجھے آج ایک جگہ لے جائیں گے میں نے عرض کی کہ حضور کا جہاں حکم ہو میں وہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت محمد بن علی کے ساتھ چلا اور تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک جنگل نظر آیا جو بکٹ اور دُشوار گزار تھا۔ اور اس کے اندر ایک زریں تخت بچھا ہوا دیکھا۔ اور ایک سبز درخت کے نیچے ایک چشمہ جاری نظر آیا اور ایک بزرگ دیکھے جو اس تخت پر نہایت شاندار لباس میں تشریف فرما تھے۔

جب حضرت محمد بن علی اُن کے نزدیک پہنچے تو وہ بزرگ اُٹھے اور آپ کو اس تخت پر بٹھالیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ہر طرف سے لوگ آنے لگے حتیٰ کہ چالیس آدمی اس جگہ جمع ہو گئے پھر اُنہوں نے جو تخت زرّین پر جلوہ افروز تھے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یکا یک کچھ کھانے کی چیز آ گئی۔ ہم سب نے اُسے کھایا۔ پھر حضرت محمد بن علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کوئی سوال کیا۔ اُنہوں نے بہت تفصیل سے اس کا جواب دیا مگر میں ان کی گفتگو کو بالکل نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد سب نے اجازت لی اور رخصت ہوئے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ تو بھی جا اب تو نیک اور سعید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ترمذ سے واپس آئے تو میں نے حضرت محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور وہ کونسا مقام تھا اور وہ تخت پر جو تشریف فرما تھے کون تھے۔ فرمایا وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔

میں نے عرض کی حضور اتنی سی مدت میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ گئے۔ فرمایا ابوبکر تجھے پہنچے سے کام تھا پوچھنے سے غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ علامت صحتِ حال کی ہے نہ کہ سکر کی۔

پھر حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالعباس سیاری اور حضرت ابوبکر واسطی اور حضرت محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہم اجمعین اس امر پر متفق ہیں کہ کرامت بحالت صحو وتمکین ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ حالتِ سکر میں۔ اور یہ تمام کے تمام اصحاب مذہب ہیں۔

اس لئے کہ اولیاء الٰہی مدیرانِ ملک اور احوال عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں اور نظامِ عالم ان کے ہاتھ ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل وعقدان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے پر فائق ہو اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو۔ کیونکہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور ان کی ابتداء حال میں تلوین وسکر ہوتا ہے۔ اور جب ان کے حال کا بلوغ ہوتا ہے تو وہی تلوین تمکین کے ساتھ متبدل ہو جاتی ہے۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 409-411)

یاد رکھیے کہ ''اولیاء اللہ'' کی یہ کرامتیں صحو کی حالت میں ہوتی ہیں سکر کی حالت میں نہیں! پھر ان ''اولیاء اللہ'' کی شان ملاحظہ فرمایے کہ ''نظام عالم'' ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے! جس کے ہاتھ میں نظامِ عالم ہو، اس کے لیے زمان ومکان کی کوئی قید کیا حیثیت رکھتی ہے .... اللہ آپ کو خوش رکھے یہ ''اتحادی دیومالا'' وہ دیومالا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں!

علمِ جغرافیہ کے متعلق بعض ''حقائق'' کا انکشاف اور ان کا عینی مشاہدہ

اصحاب کہف کے تاریخی واقعہ کے بعد کوہ قاف کی جغرافیائی ہیت کے متعلق انکشاف سنیے! خواجہ معین الدین چشتی نے کہا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے

اسکے بعد فرمایا کہ اس کوہ قاف کو ایک گائے کے سر پر رکھا ہے بزرگی اور کلانی اس گائے کی تیس ہزار سال کی راہ کی برابر ہے وہ گائے کھڑی ہوئی خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہی ہے اور اس گائے کا سر مشرق مین ہے اور دُم مغرب مین۔ اس کے

بعد شیخ عثمان ہارونیؒ نے قسم کھا کے فرمایا کہ جس دن یہ حکایت زبان مبارک
حضرت شیخ مودود چشتیؒ سے مین نے سنی تو شیخ مذکور نے مراقبہ مین سر جھکایا اور
ایک اور درویش اس وقت انکی خدمت مین حاضر تھے اُنھون نے بھی مراقبہ کیا اور
یکبارگی دونون صاحب خرقے کے اندر ہی اندر سے غائب ہو گئے پھر تھوڑی دیر
کے بعد اس عالم مین واپس آئے تو اُس درویش نے قسم کھا کے کہا کہ مین اور شیخ
مودود چشتیؒ دونون شخص کوہ قاف کے پاس تھے چالیس جہان کہ خواجہ علیہ الرحمتہ
نے فرمائے تھے اور وہ عالم غیب مین تھے ہم نے خوب معائینہ کیے۔ ایک سر
مو تجاوز نہین نکلا۔ اس مکاشفہ کا یہ سبب تھا کہ جس وقت شیخ مودود چشتی علیہ الرحمتہ
یہ حکایت بیان فرماتے تھے میرے دل مین کچھ شک پیدا ہو گیا تھا جب شیخ نے یہ
معاینہ کیا تو اس کو اس مکاشفہ کے ذریعہ سے دفع کر دیا۔ تب حضرت شیخ الاسلام
خواجہ معین الحق والدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ فقیر کو قوت باطنی ایسی ہی
چاہیے کہ حکایات اولیاء مین جو کوئی سننے والا شک کرے تو وہ اُس کو معاینہ
کرادے۔ اور قوت کرامت کو اُسپر جتادے۔ پھر ایک قصہ اپنا بیان فرمایا کہ ایک
وقت دعا گو سمرقند کی طرف بطور سفر کے گیا تھا امام ابو اللیث سمرقندی کے محلے کے
قریب ایک بزرگ دانشمند مسجد بنواتے تھے اور کھڑے ہوئے بتا رہے تھے کہ
اسطرف محراب بناؤ اسی طرف قبلہ ہے یہ دعا گو بھی اُس وقت اُسی جگہ کھڑا تھا مین
نے کہا کہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے بتایا کہ اسی طرف ہے ہر چند اُن سے کہا
اُنہون نے ایک نہ سنی پھر تو اس دعا گو نے اُنپر تف کیا اور اُن کی گردن پکڑ کے کہا
کہ دیکھو یہ سمت قبلہ ہے کہ نہیں جب اُنھون نے خود کعبہ آنکھون سے دیکھ لیا تو
یقیناً جان لیا کہ ہان یہی سمت قبلہ ہے

ترجمہ دلیل العارفین (صفحہ 86,85)

کوہ قاف کا ایسی عظیم الشان گائے کے سر پر ہونا جس کا سر مشرق میں اور دُم مغرب میں ہے، اگر مان
بھی لیا جائے تو مشرق و مغرب کی یہ دوری تیس ہزار سال کی مسافت کے برابر کیسے ہو جائے گی؟ پھر
یہ مراقبہ اور ایک شکی کو ساتھ لے کر یکا یک غائب ہو جانا، اور اپنے پیچھے دو خرقے (یعنی گدڑیاں) چھوڑ
جانا ''کمال'' کی معراج نہیں تو اور کیا ہے! تھوڑی دیر میں کوہ قاف ہی نہیں چالیس جہانوں کا سروے

(Survey) کر کے واپس آ جانا، پُرانے زمانے میں ہوتا ہوتو ہوتا ہو، اس زمانے میں تو یہ بالکل انوکھی بات ہے! پھر یہ ساری دوڑ دھوپ اس لیے کی گئی کہ ایک صاحب کے دل میں شیخ مودود چشتی کے عجیب بیان پر شک بار پا گیا تھا۔ظاہر ہے کہ اس ریب وشک کا دور کرنا تو ''اہل کمال'' پر لازم ہے۔

دوسرا قصہ خود خواجہ معین الدین چشتی کی اپنی قوت تصرف کا مظہر ہے کہ ایک ''بزرگ'' کی سمت قبلہ کی تصحیح قبلہ کو سامنے لا کر کر دی! بالکل اسی قسم کا واقعہ حکیم موسیٰ امرتسری صاحب نے کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب کے دیباچہ، صفحہ 57,56 پر داراشکوہ کے سفینۃ الاولیا صفحہ 64 کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے:

تعمیر مسجد ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔داراشکوہ لکھتا ہے:

''اُنھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے کہتے ہیں کہ اس وقت کے علماء جو لاہور میں موجود تھے اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے۔ چنانچہ ایک روز حضرت نے سب علماء کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہو گیا......ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے

غرض کہ یہ ''کمال'' ایک طرح کا ورثہ ہے کہ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جب ہندوستان تشریف لائے تو لاہور میں انہوں نے'' حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش صاحب'' کے مزار پر مراقبہ کیا تھا، یہ اس کا فیض بھی ہوسکتا ہے! واللہ اعلم

خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر نا تمام رہے گا اگر دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کے عالم واقعہ میں واپس تشریف لانے کا حال بیان نہ کیا جائے۔اس لیے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب ''امدادالمشتاق'' کا یہ اقتباس آپ کے سامنے لایا جارہا ہے:

چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر وفاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کرلیا کہ اب قرض بھی نہ لونگا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تمکو بہت تکالیف اٹھانے پڑے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منّت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

امدادالمشتاق (صفحہ 110)

اس واقعہ نے دوسرے واقعات کے ساتھ مل کر پیران کامل کے عالم الغیب، حاضر و ناظر اور متصرف فی الامور ہونے کا ''قطعی ثبوت'' مہیا فرما دیا۔ فجزاہ اللہ اوفی الجزاء

بات بہت طویل ہوتی جارہی ہے، اس لیے اب کوشش کروں گا کہ اس خانوادے کے باقی ''حضرات'' کے بہت ہی مختصر حالات بیان کروں۔

ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ: مرتبہ خواجہ فریدالدین گنج شکر، نام کتاب ''فوائد السالکین''

خواجہ فریدالدین گنج شکر بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی محفل میں مختلف قسم کے ذکر ہو رہے تھے......

پھر اس بات کا ذکر ہونے لگا کہ اگر مرید نفل پڑھتا ہو اور پیر اُس کو آواز دے تو وہ کیا کرے آیا نماز نفل توڑ کر جواب دے یا نہیں خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ بقائہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ نفل ترک کرے اور جواب دینے مین مشغول ہو کہ اس مین ثواب بہت ہے فرمانے لگے کہ مین ایکمرتبہ نماز نفل مین مشغول تھا شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجکو پکارا مین نے فوراً نیت توڑی اور عرض کیا حاضر ہون فرمایا آؤ جب مین خدمت مین حاضر ہوا پوچھا کہ کیا مشغولی تھی

عرضکیا نماز نفل میں مشغول تھا مین نے آپکی آواز سنکر اُسے ترک کر دیا اور آپ کو جواب دیا فرمایا بہت اچھا کیا یہ نماز نفل سے فاضلتر ہے کیونکہ پیر کے کام مین مستعد ہونا عین دین کے کامون مین مستعد ہونا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ ایکمرتبہ مین شیخ معین الدین کی خدمت مین حاضر تھا اور اہل صفہ بھی موجود تھے اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے مین ایک شخص آیا اور بیعت کے لیے پابوسی کی آپ نے اسکو بٹھالیا اُسنے عرض کی کہ مین مرید ہونے آیا ہون فرمایا جو کچھ ہم کہین گے کریگا اگر یہ شرط منظور ہے تو بیشک مین مرید کرلونگا اُس نے کہا جو کچھ آپ کہین گے وہی کرون گا آپنے فرمایا کہ تو کلمہ اسطرح پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اسطرح پڑھ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہَ چونکہ راسخ العقیدہ تھا اُسنے فوراً پڑھ دیا خواجہ نے اُس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت ونعمت عطا کی اور فرمایا مین نے فقط تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھکو مجھ سے کسقدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود یہ نہ تھا کہ تجھ سے اسطرح کلمہ پڑھواؤن مین کون اور کیا چیز ہون مین ایک ادنیٰ بندگان وغلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون حکم وہی ہے جو تو اول سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس بات سے تیری صدق عقیدت معلوم ہوئی اب تو میرا مرید صادق ہوا مرید کو ایسا ہی چاہیئے کہ اپنے پیر کی خدمت مین صادق وراسخ ہو۔

فوائد السالکین ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر ترجمہ غلام احمد بریاں (صفحہ 127,126)

سبحان اللہ! بالکل ابوسعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرح کا واقعہ خواجہ بختیار کاکی کے ساتھ پیش آیا، صرف اس فرق کے ساتھ کہ ابوسعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بُلاوے کے باوجود صلوٰۃ میں مشغول رہے اور جب صلوٰۃ پوری کر کے آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ توڑ دینا چاہیے تھی کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے: اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (الانفال:۲۴)

''اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں بُلائیں''۔ کیا ''حرج'' ہے اگر اللہ اور رسول کے ساتھ ساتھ اپنے ''شیخ'' کو بھی اُسی حیثیت کا مالک سمجھ لیا جائے کہ اس کی آواز پر بھی نماز توڑ دی جائے! لیکن مرید ہونے کے لیے آنے پر یہ پابوسی کچھ سمجھ میں نہیں آئی اور نہ ہی امتحان وآزمائش کے لیے مرید سے اپنا کلمہ پڑھوانا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ چِشتِی رَسُولُ اللّٰہِ ؛ پھر مرید کو یہ کلمہ پڑھنے پر ''راسخ العقیدہ'' ہونے کی سند دینا اور کہنا کہ مُرید کو ایسا ہی ہونا چاہیے، پھر خود کو ''بندگان محمد ﷺ'' میں شامل کرنا، کسرِ نفسی کی انتہا ہے!

مجلس ۵ پنجم ماہ ذی الحجہ ۵۸۴ھ دولت پائبوسی حاصل ہوئی حج کا ذکر چھڑ گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا علاؤ الدین کرمانی سید نور الدین مبارک غزنوی سید شرف الدین محمود موزہ دوز مولانا فقیہ خداداد یہ ایسے لوگ موجود تھے کہ ہر ایک ان مین کا کامل تھا عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک اُنکے آگے کوئی چیز حائل نتھی بڑے صاحب کشف وکرامات تھے خانہ کعبہ کے مسافرون کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ قطب الاسلام فرمانے لگے کہ جو اللہ کے خاص بندے ہین جب وہ اپنے مقام پر ہوتے ہین تو خانہ کعبہ کو حکم کیا جاتا ہے کہ ان کی گرد طواف کرے یہ فرماتے فرماتے آپ اور سب عزیز کھڑے ہوگئے اور ایسے عالم تحیر مین مستغرق ہوئے کہ اپنے آپے کی خبر نہ رہی یہ دعاگو بھی عالم تحیر مین مشغول ہوا پھر سب نے ایسی تکبیرین کہین جیسا کہ خانہ کعبہ کے طواف مین کہا کرتے ہین غرضکہ سب تکبیر کہتے جاتے تھے اور ہر ایک کے اعضا سے تازہ تازہ خون نکلتا تھا اور جو قطرہ زمین مین گرتا تھا اُس سے تکبیر کا نقش بنتا چلا جاتا تھا جب ہم ہوشیار ہوئے تو ہم نے کعبہ کو اپنے آگے دیکھا اُس کا جیسا کہ ادب چاہیئے بجالائے اور چار بار اُسکے گرد طواف کیا ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے عزیزو ہم نے تمہارا حج وطواف اور نماز قبول کی اور اُن لوگونکی بھی ہم نے قبول کی جو تمہاری متابعت اور پیروی کرین۔ پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ فرمانے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز ہر سال اجمیر سے خانہ کعبہ کو جایا کرتے تھے آخر الامر جب اُن کا کام کمالیت کے درجہ کو پہنچا تو جو حاجی حج کو جاتے وہ بیان کرتے کہ ہم نے خواجہ کو طواف کرتے دیکھا حالانکہ وہ یہین معتکف ہوتے تھے پھر یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر شب خواجہ معین الدین خانہ کعبہ کے طواف کو جاتے تھے اور رات بھر وہین رہتے تھے فجر سے پہلے پہلے یہان آجاتے تھے اور اپنے جماعت خانہ مین فجر کی نماز پڑھتے تھے پھر اسی محل پر آپنے یہ فرمایا کہ مینے خواجہ معین الدینؒ سے اُنہون نے شیخ عثمانی ہارونی کی زبانی سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب خواجہ مودود چشتی کو اشتیاق کعبہ غالب ہوتا تو فرشتون کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو چشت مین

پہونچا دین اور خواجہ کے آگے کر دین جب خواجہ اسے دیکھتے طواف کرتے نماز پڑھتے پھر فرشتے اُس کو اُسکے مقام پر پہنچا دیتے۔

فوائد السالکین (صفحہ 129,128)

ایسے ''کاملین'' کا کیا کہنا جن کے درمیان عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کوئی چیز حائل نہ ہو سکے! واہ واہ! زبان سے نکلنا تھا کہ خانہ کعبہ آموجود ہوا، عالم تحیر ہی میں طواف اور تکبیریں شروع ہو گئیں اور اعضاء جسمانی سے خون پھوٹ بہا، پھر جو قطرہ بھی زمین پر گرا'' **اللّٰہ اکبر** '' کا نقش بن گیا، جب ہوشیاری ہوئی تو خانہ کعبہ موجود تھا اور ہاتف غیب سے صدا آرہی تھی کہ ہم نے تمہارا حج وطواف اور تمہاری نماز قبول کی، اور ان کی بھی جو تمہاری متابعت کریں! خیر طواف ونماز وغیرہ ''قبول'' ہو جانا تو کچھ کچھ سمجھ میں آتا ہے، لیکن بغیر عرفات کے وقوف کے یہ حج کیسے قبول ہو گیا؟ اور یہ بھی کہ کعبہ اگر دہلی چلا آیا تھا تو مکہ میں طواف کرنے والے کیا کر رہے ہوں گے؟ ملاحظہ فرمایا کہ جب پیر کامل ہو جاتا ہے تو اس کی کیفیت کا کیا عالم ہوتا ہے: اجمیر میں معتکف مگر حاجیوں کے ساتھ حج کے مناسک ادا ہو رہے ہیں، پھر ہر رات کو کعبہ کا طواف اور صبح فجر کی نماز اجمیر میں! واللہ ''تصرفات'' کی حد ہو گئی! پھر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا فرمانا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے خواجہ مودود چشتی کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حسب اشتیاق کعبہ ان کے پاس لایا اور واپس لیجایا جاتا تھا! شاید کسی کو شک پیدا ہو کہ یہ سب کیسے ممکن ہے؟ تو اس کے لیے عرض ہے کہ وہ ان اقدار مشترکہ وذوات مرکبہ کو انسانوں پر قیاس نہ کرے، ان کا تو مقام ہی اور ہے۔

اب اس سلسلہ کے ایک اور پیر کامل کی ''بزرگی وعظمت'' نگاہ میں رکھیے:

ذکر خواجہ فرید الدین گنج شکر کا خواجہ نظام الدین اولیاء کی کتاب راحۃ القلوب کے ذریعہ سے:

تاریخ دانی کا شاہکار، اور آہ وبکا' اور ماتم داری کا ثبوت

فرمایا خواجہ فرید الدین گنج شکر نے کہا کہ جس نے

عاشورہ کا روزہ رکھا تو گویا اُس نے سارے سال کا روزہ رکھا پھر آپ نے اسی محل پر فرمایا کہ عاشورہ کے دن جنگلی ہرن بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتے پس کیا وجہ ہے کہ آدمی ہو کر روزہ نہ

رکھین ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بغداد مین ایک بزرگ تھا کہ اُسکے آگے امیر المومنین حسین وحسن رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کا ذکر لوگ کر رہے تھے کہ اُسنے خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی مین اپنا سر زمین سے دے مارا خون بہنے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد چکرا کر زمین پر گر پڑا جب لوگون نے دیکھا تو وہ جان دے چکا تھا۔ اُسی شب اُس بزرگ کو خواب مین دیکھا کہ امیر المومینن حسنین رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑا ہوا ہے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا مجھے بخشدیا اور کہا حسنین کے پاس رہا کر پھر آپنے اسی موقع پر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر بٹھائے ہوئے لیے جا رہے تھے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا سبحان اللہ: دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہوئے جا رہا ہے۔ جب یہ کلمہ امیر المومنین علیؓ نے سُنا تو حال پوچھا کہ یارسول اللہؐ یہ تو معاویہؓ کا لڑکا ہے دوزخی کہان سے ہے۔ کہا اے علی یہ یزید وہ بدنصیب لڑکا ہے کہ جو میرے حسن وحسین اور میری ساری آل کو شہید کریگا۔ حضرت علی کھڑے ہوگئے اور تلوار نیام سے نکال لی کہ مین اسے مارے ڈالتا ہون آپنے فرمایا اے علی ایسا نہ کر خدا تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے۔ حضرت علی رونے لگے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ اس وقت آپ تو سر پر ہونگے فرمایا نہین کہا یا رو نمین سے کوئی ہوگا کہا نہین ۔ کہا مین ہونگا کہا نہین ۔ کہا فاطمہ ہونگی۔ کہا وہ بھی نہین ۔ کہا یا رسول اللہ میرے بچوں کی کون ماتم داری کریگا کہا میری اُمت ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون گریہ کرنے لگے اور دونون شاہزادون سے بغلگیر ہوئے اور نعرہ مارا کہ مین نہین جانتا کہ اس دشت مین تمہارا کیا حال ہوگا۔ اسکے بعد شیخ الاسلام زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ جس روز امیر المومینن حسینؓ شہادت پائین گے اُس رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ خواب مین دیکھا کہ آپ کل انبیاء کی بیویون کے ساتھ آئی ہین دامن مبارک کمر سے بندھا ہوا ہے دشت کربلا مین جہانکہ امیر المومینن حسینؓ شہادت پاوینگے جھاڑو دے رہی ہین اور اپنی آستین مبارک سے صاف کرتی جاتی ہین اُنہون نے پوچھا کہ اے خاتون قیامت اور اے بنت شفیع روز محشر یہ کیا مقام ہے جسے آپ اپنی آستین سے صاف کر رہی ہین فرمایا یہ وہ مقام ہے کہ حسین میرا بیٹا یہان سر دیگا

اور شہادت پائیگا۔ اسکے بعد اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے یہ حکایت پوچھی کہ جب ہم مین سے کوئی بھی نہوگا تو کون انکی تعزیت کریگا کہا یا رسول اللہ آپکی اُمت آپکے فرزندونکی تعزیت کریگی اور ایسی ماتم داری کریگی کہ اسکی صفت بیان نہین ہوسکتی۔

(راحۃ القلوب یعنی ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء ترجمہ غلام احمد بریاںؔ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء، صفحہ 206,205)

اس واقعے میں چند باتیں نوٹ کرنے کے لائق ہیں:

(۱) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی دوستی میں اگر کوئی خودکشی کرلے تو وہ اُن کے ساتھ رہے گا!

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید کو کاندھے پر لے کر نکلے، حالانکہ وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے، وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد ۲۶ھ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہوئے؛

(۳) علی رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا کہ پھر میرے بچوں کی ماتم داری کون کرے گا جب ہم لوگ نہ ہوں گے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ان کو شہید کردے گا؟ جواب ملا ''پوری اُمت''، اور یہ بات سچ ثابت ہوئی؛

(۴) اُسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کا آہ و بکا، گریہ و ماتم شروع کردینا اور نعرے لگانے لگنا؛ غرض ہر وہ چیز جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا تھا، خود کرنے لگنا؛

(۵) فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دشت کربلا میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو ساتھ لے کر آنا اور شہادت کی جگہ کو آستین سے صاف کرنا اور فرمانا کہ حسین میرا بیٹا یہاں سر دے گا؛

(۶) جبریل علیہ السلام کا خبر دینا کہ آپ کی پوری اُمت ایسی ماتم داری کرے گی کہ صفت بیان نہیں ہوسکتی۔

اس طرح وہ ساری باتیں، جن پر آج نکیر کی جاتی ہے، خود زبان نبوت سے ہی ثابت ہوگئیں۔ سبحان اللہ! دین اتحاد میں علی رضی اللہ عنہ کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے، اس لیے ''اصحاب کمال'' باقی خلفاء کی کچھ زیادہ قدر نہیں کرتے ملاحظہ ہو:

پیرانِ کامل کے اس خرقہ کی ابتداء شب معراج سے ہوئی!

پھر کچھ خرقہ کا ذکر ہونے لگا آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی شب معراج مین خرقہ ملا تھا اور آپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُلا کر

فرمایا تھا کہ مینے اپنے پروردگار سے خرقہ پایا ہے مجکو حکم ہے کہ مین اس کو تم مین سے کسی کو دون اب مین تم سے ایکبات پوچھتا ہون جو شخص تم مین سے جواب باصواب دیگا مین یہ خرقہ اُسے دونگا اول آپنے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر اگر مین یہ خرقہ تجکو دون تو تو کیا کرے کہا یا رسول اللہ مین صدق اختیار کرون اور خدا کی بندگی کرون اور جو کچھ میرے پاس مال ومنال ہو وہ سب اللہ کی راہ مین دون پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہا میں عدل کرون اور بندگان خدا کے ساتھ انصاف کرون اور مظلومونکی داد دون پھر آپنے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہا مین ایکدوسرے مین اتفاق کی کوشش کرون اور جو حق بات ہو اُس کو بجالاؤن اور حیا اور سخاوت اختیار کرون پھر آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا انہون نے کہا مین پردہ پوشی کرون اور خداتعالے کے بندونکا عیب چھپاؤن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ لے یہ خرقہ مینے تجکو دیا۔ مجکو حضرت عزت کا فرمان بھی یہی تھا کہ جو تیرے یارون میں سے یہ جواب دے اُسی کو یہ خرقہ دیجیو۔ یہ حکایت فرما کر شیخ الاسلام آنکھوں مین آنسو بھر لائے اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے اور بیہوش ہوگئے جب ہوش مین آئے تو یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ معلوم شد درویشی پردہ پوشی ست۔ یعنی یہ بات معلوم ہوئی کہ درویشی کے معنی یہی ہین کہ بندگان خدا کی پردہ پوشی کرے۔

راحۃ القلوب (صفحہ 138)

مسلم کی صحیح حدیث میں یہ تو آ گیا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں: (۱) پانچ وقت کی صلوٰۃ کا حکم (۲) خواتیم سورۃ البقرہ (۳) اُمت محمدیہ کے اُن لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا، ہلاک کر ڈالنے والے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔ ان تین باتوں کا تو ذکر ہے، مگر یہ کہ آپ ﷺ کو خرقہ (گدڑی) بھی ملی تھی، اس کا ذکر رہ گیا! انہی باتوں کی وجہ سے تو امام مسلم رحمہ اللہ نے صوفیاء کے متعلق وہ بات کہی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

خواجہ فرید الدین کا اپنے دادا پیر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے کشف قبور کا واقعہ بیان کرنا کہ کس طرح اُن کے پردادا پیر

خواجہ عثمان ہارونی نے قبر میں پہنچ کر فرشتوں کی مار سے اپنے مُرید کو بچایا

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جو کوئی ہمسایہ مین سے اس دنیا سے نقل کرتا اُسکے جنازہ کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اُسکی قبر پر بیٹھتے اور جو ورد کہ ایسے وقت مین پڑھتے آئے ہین پڑھتے پھر وہان سے آتے چنانچہ اجمیر مین آپکے ہمسایون مین سے ایک نے انتقال کیا دستور کے موافق جنازہ کے ساتھ گئے جب اُسے دفن کر چکے خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہان ٹھر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھے شیخ الاسلام قطب الدینؒ فرماتے ہین کہ مین آپکے ساتھ تھا مین نے دیکھا کہ دمبدم آپ کا رنگ متغیر ہوا پھر اُسی وقت برقرار ہوگیا۔ جب آپ وہان سے کھڑے ہوئے تو فرمایا الحمدللہ بیعت بڑی اچھی چیز ہے شیخ الاسلام قطب الدین اوشیؒ نے اس کیفیت سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب اس کو لوگ دفن کر کے چلے گئے تو مین بیٹھا ہوا تھا مین نے دیکھا عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اس کو عذاب کرین اُسی وقت شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز ظاہر ہوئے اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدون مین سے ہے۔ جب خواجہ عثمانؒ نے یہ کہا تو فرشتون کو فرمان ہوا کہ کہو یہ تمہارے برخلاف تھا۔ خواجہ نے فرمایا بیشک اگرچہ یہ برخلاف تھا مگر چونکہ اسنے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے سے باندھا تھا تو مین نہین چاہتا کہ اسپر عذاب کیا جائے فرمان ہوا کہ اے فرشتو شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھاؤ مین نے اس کو بخشدیا۔ پھر شیخ الاسلام آنکھوں مین آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے کہ اپنے آپ کو کسی کے پلے سے باندھنا بہت ہی اچھی چیز ہے

راحۃ القلوب (صفحہ 163)

یہ ہے پیران کامل کی ''قدرتِ تصرف'' ! دنیا ہی میں نہیں، برزخ اور آخرت میں بھی وہ اپنے مریدوں کی ''دستگیری'' کرتے ہوئے فرشتوں کی مار سے اُن کو بچاتے ہیں ! کسی کے پلے سے اپنے آپ کو باندھ لینا کس قدر ''ضروری'' چیز ہے۔

آخر میں خواجہ فرید گنج شکر کا بیان کردہ ایک واقعہ خواجہ بدر اسحاق کی کتاب ''اسرار الاولیاء'' سے ملاحظہ فرمایے اور پیر کامل کا زندگی اور موت پر اختیار دیکھیے :

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مردہ کو زندہ کر دینا

پھر آپنے فرمایا کہ اے درویش خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اب سلوک کا مرتبہ تمام ہوگیا اور یہ شخص کمال کو پہونچگیا فرمایا اگر وہ کسی مردہ پر دم کر دے تو وہ مردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے تو اُسوقت سمجھ لو کہ وہ کمالیت کو پہونچ گیا۔ پھر آپنے فرمایا کہ اے دورویش حضرت خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اسی محلپر یہ فوائد فرما ہی رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور قدموں میں سر دیا۔ اور کہا کہ میں ایک ہی بچہ رکھتی تھی کہ اُسے بادشاہ نے بیگناہ دار پر کھینچوادیا خواجہ اُسکی عرضداشت سنکر کھڑے ہوگئے اور عصا ہاتھ میں لیکر اُسکے ساتھ ہولیے آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ ہولیے اور اُس دارکشیدہ لڑکے کے پاس پہونچے ہندو مسلمان کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ خواجہ نے کہا الٰہی اگر اسے بیگناہ بادشاہ نے دار پر کھینچا ہے تو اسے زندہ کر دے آپ کہہ ہی رہے تھے کہ وہ لڑکا زندہ ہوگیا اور ساتھ چلنے لگا یہ کرامت دیکھکر کئی ہزار ہندو مسلمان ہوگئے۔ پھر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مرد کی کمالیت اس سے زیادہ نہیں جو خواجگان میں ہے۔

اسرار الاولیاء ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ بدر اسحاق: ترجمہ: غلام احمد بریآں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء (صفحہ 111,110)

مُردہ کو زندہ کر دینے سے بڑا ''کمال'' اور کیا ہوگا؟ سچ کہا خواجہ فرید گنج شکر نے کہ ''کمال'' خواجگان چشت پر ختم ہے! آپ نے دیکھا کہ خواجہ فرما ہی رہے تھے کہ

''وہ شخص (پیر) کامل ہے جو کسی مُردہ پر دم کر دے اور مُردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے''

کہ ''کمال'' کے امتحان کا وقت آ گیا۔ اور خواجہ امتحان میں پورے اُترے، مُردہ ہندو لڑکے کو زندہ کر دکھایا!

اب خانوادۂ چشت کے تاجدار خواجہ نظام الدین اولیاء کا حال سنیے

کتاب کا نام ''فوائد الفؤاد''، مرتب کرنے والے خواجہ حسن علا سنجری المعروف بخواجہ حسن دہلوی

خواجہ کا پورا بیان تو بنوری صاحب کے والد صاحب کے تلاشِ پیرِ کامل کے سفر میں بارگاہ سلطانِ اولیاء کے مقام پر آئے گا، مگر کچھ باتیں سُنتے چلیے:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ کی شان میں بے ادبی کا انجام

> کچھ دیر مشائخ کبار اور ابدال کے مقابلے میں ان کی ترقی درجات کا ذکر رہا۔ آپ نے فرمایا ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا۔ اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے اور اسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے اور خراب حالت میں ہیں۔ آنے والا شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی خدمت میں پہنچا اور اس نے دروازے پر پڑے ہوئے اس آدمی کا ذکر کیا۔ اور حضرت شیخ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ خاموش رہو اس نے بے ادبی کی ہے۔ آنے والے شخص نے پوچھا کہ حضرت! اس نے کیا بے ادبی کی ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا، کہ وہ ابدال میں سے ہے۔ کل اس قوت پرواز کے مطابق کہ ابدال کو بخشی گئی ہے، وہ اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا جب وہ تینوں اس خانقاہ کے اُوپر پہنچے تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے خانقاہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب سے نکل گیا اس کا دوسرا ساتھی بھی اڑتا ہوا خانقاہ کی بائیں جانب سے نکل گیا اس نے بے ادبی سے خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا لہذا نیچے گر گیا۔

فوائد الفؤاد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی

ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب، مطبوعہ علماء اکیڈمی، اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء (صفحہ 46,45)

معلوم ہوا کہ ابدال فلک پیما اور ہوا باز ہوا کرتے تھے! کاش یہ اس زمانے میں بھی موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ اُن سے ملاقات کا شرف بخشے! باقی اس ملک پاکستان کو ایسے ہوا بازوں کی سخت ضرورت ہے جو ہوائی جہاز کے محتاج نہ ہوں اور چشم زدن میں لاہور سے اڑ کر اجمیر پہنچ جائیں!

محبت نام مستی کا خواجہ حسن دہلوی نے کہا:

> اسی اثنا میں اولیائے حق اور ان کے کمال محبت کا ذکر چلا اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کو لایا جائے گا۔ اور وہ یوں نظر آئیں گے جیسے کوئی حد سے زیادہ مست ہو۔ خلقت انہیں دیکھ کر حیران ہو جائے گی۔ اور پوچھے گی یہ کون ہیں؟ پھر وہ یہ آواز سُنے گی کہ یہ

ہماری محبت میں مست ہے، اسے معروف کرخی کہتے ہیں۔اس وقت معروف کرخی کو یہ حکم ہوگا کہ بہشت میں چلو۔وہ کہیں گے میں نہیں جاتا۔ میں نے تیری بہشت کے لیے پرستش نہیں کی ۔ بعدازاں فرشتوں کو حکم دیا جائے گا ۔ کہ انہیں نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے کھینچتے بہشت میں لے جاؤ۔

ترجمہ فوائدالفؤاد (صفحہ 353)

یہ میدان محشر کی خبریں سنانا یا تو ''ذات خداوندی'' کی طرف سے ہوسکتا ہے یا اس کا کوئی نمائندہ ہی کل کی بات اس اعتماد کے ساتھ بیان کرسکتا ہے۔آپ نے ''حضرت'' معروف کرخی کا بے نیازی سے بھرپور بانکپن بھی دیکھا! اگر وہ فرشتوں کے قابو میں بھی نہ آئے تو کیا ہوگا؟

وہی آزمائشی کلمہ جو خواجہ معین الدین چشتی نے استعمال کیا تھا

خواجہ نظام الدین اولیاء نے

زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کی طرح ہوتا ہے ۔اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان کی ایک شخص شیخ شبلی کی خدمت میں آیا اور کہا میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں، شیخ شبلی نے کہا کہ میں اس شرط پر تمھیں مرید بنانا قبول کروں گا کہ جو میں حکم دوں تم وہ کرو گے ۔مرید نے کہا میں ایسا کروں گا۔شبلی نے اس سے پوچھا کہ تم کلمہ طیبہ کیسے پڑھتے ہو؟ مرید نے کہا میں اس طرح پڑھتا ہوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ۔شبلی کہنے لگے کہ اب اس طرح پڑھو: لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ مرید نے فی الفور اسی طرح پڑھ دیا۔بعدازاں شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ شبلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے اور اللہ کے رسول وہی ہیں میں تیرے اعتقاد کا امتحان کررہا تھا۔

ترجمہ فوائدالفؤاد (صفحہ 404)

یہ ایک پیٹینٹ آزمائشی کلمہ ہے، پرانے زمانے میں بھی استعمال کیا گیا اور آج بھی اس کا استعمال جاری ہے: ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے ''تکشف'' میں تھانہ بھون کے پیر صادق صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کلمہ ''لاالــــہ الا اللہ صــادق رسـول اللہ'' کو آزمائش کے طور پر استعمال فرماتے تھے اور پھر ''چشتی رسول اللہ اور شبلی رسول اللہ'' پڑھوانے والوں کی طرح

اس کے بعد معذرت بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ کلمہ بالکل صحیح تھا صرف یہ ہوا تھا کہ ''صادق رسول اللہ'' میں خبر مقدم اور مبتدا موخر ہو گیا تھا! اس طرح ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی کے فرمانے کے بموجب کلمہ کچھ یوں بنتا ہے: ''لاالہ الااللہ رسول اللہ صادق''۔ یہ تبدیلی کیا بڑی بات ہے، یہ تو کلمے کے دوسرے جزء میں ''تھوڑا سا ردو بدل'' ہے؛ امام غزالی نے تو کلمہ کے پہلے جزو ہی کو ''لاھو الا ھو'' میں تبدیل کر دیا، پھر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان نے آنسو بہائے!

پیر کے سامنے سر جُھکا کر سجدہ کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں!

خواجہ نظام الدین کی بارگاہ میں

پھر کچھ دیر اس بارے میں گفتگو رہی کہ مرید حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے ہیں اور آپ کے سامنے سر زمین پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے، فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس سے منع کروں لیکن چونکہ میں نے خود اپنے شیخ (شیخ الاسلام فرید الدین) کے سامنے اسی طرح کیا ہے اس لیے میں منع نہیں کرتا۔ اس پر بندے نے عرض کیا کہ وہ لوگ جو حضرت مخدوم کی ذات سے وابستہ ہیں وہ آپ کے ارادت مند ہیں اور آپ سے انہوں نے بیعت کی ہے، تو ان کی یہ ارادت و بیعت عبارت ہے پیر کے ساتھ عشق و محبت سے پس جہاں عشق و محبت ہو گی وہاں زمین پر سر رکھنا ایک سہل سا کام ہے۔ حضرت خواجہ نے اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے، میری اس بات کی مدافعت میں فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز سے سنا ہے کہ ایک دفعہ ایک راستے میں شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ایک گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک مرید آ گیا وہ مرید پیدل تھا۔ اس نے شیخ ابو سعید ابوالخیر کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس سے نیچے بوسہ دو۔ اس نے شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ شیخ نے کہا اور نیچے، مرید نے گھوڑے کے زانو کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، مرید نے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا۔ شیخ نے کہا اور نیچے۔ مرید نے زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت شیخ نے فرمایا کہ میں نے جو تمہیں اور نیچے اور نیچے بوسہ دینے کو کہا تو اس سے میرا مقصد یہ نہ تھا کہ تم زمین کو بوسہ دو۔ میرا اس سے مقصد یہ تھا کہ تم جتنا نیچے جاؤ گے اتنا ہی تمہارا درجہ بلند ہو گا۔

ترجمہ فوائد الفؤاد (صفحہ 430)

''فنافی اللہ'' ہونے کے لیے بعض صوفیاء سرپٹ جانا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ تدریجاً چلتے ہیں: پہلے ''فنافی الشیخ''، پھر ''فنافی الرسول'' اور پھر ''فنافی اللہ''! یہ ''سجدۂ تعظیمی''، یہ ''پابوسی''، ''فنافی الشیخ'' کی تکمیل کے لیے کی جاتی ہے! ''سجدۂ تعظیمی'' کے انکاری کہاں ہیں؟ اُنہیں آواز دو، اور انہیں خواجہ حسن سنجری کا یہ شعر بھی سناؤ:

کافراں سجدہ کہ بروئے بتاں می کردند...... ہمہ روسوئے تو بودو ہمہ سوروئے تو بود

''کافروں نے اگر بتوں کے سامنے سجدہ کیا تو کیا ہوا، ہر رُخ تیری طرف تھا اور ہر سمت میں تیرا رخ تھا''

عِلم قرآن وحدیث اور دینِ طریقت میں باپ مارے کا بیر ہے

خواجہ نظام الدین اولیاء کا ذکر ہورہا ہے:

الغرض خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت فرمائی اور آنکھون میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ پیران راہ مین سے ایک پیر تھا اور اس کا بیٹا محمد نامی صاحب علم اور مرد اہل تھا جب اُسنے چاہا کہ مین عالم طریقت مین آؤن تو اُسنے اپنے باپ سے کہا کہ مین چاہتا کہ دوریشن بنون اُسکے باپ نے کہا کہ پہلے تو ایک چلّہ کر اسنے کہا بہت اچھا باپ کے فرماتے ہی چلّہ مین بیٹھ گیا جب وہ تمام ہوا تو باپ کیخدمت مین آیا باپ نے اُس سے چند مسائل پوچھے اُسنے سب کا جواب دیا باپ نے کہا ایک چلہ اور کرو یہ چلّہ تمہارے لئے سودمند نہین ہوا اُس نے ایک چلّہ اور کیا پھر باپ کیخدمت مین آیا باپ نے اُس سے پھر چند مسئلے پوچھے اسُنے کچھ کچھ اُنکا جواب دیا باپ نے کہا بیٹا ایک چلّہ اور کرو پھر اُسنے تیسرا چلّہ پورا کیا اور باپ کیخدمت مین آیا اور اُس نے کچھ مسائل پوچھے وہ لڑکا حق مین ایسا مشغول ہوگیا تھا کہ کسی کا بھی کچھ جواب نہ دے سکا:

ترجمہ فوائد الفؤاد (صفحہ 195)

قرآن وحدیث دین طریقت کے لیے وبال جان ہیں، جب تک اُن سے پیچھا نہ چھڑا لیا جائے اس وقت تک راہ طریقت کی راہ نوردی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:۲۸)

''اللہ سے تو صحیح معنوں میں اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں''

اور ''دین اتحاد'' کے یہ نمائندے اُس کے دشمن بن جائیں! خواجہ نظام الدین اولیاء بھی فرماتے ہیں

کہ اگر کار ہے تو مشغولی حق ہے باقی سب چیزیں اس دولت کی مانع ہیں! پھر آپ نے فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں اگر ان میں سے کسی وقت کچھ دیکھتا ہوں تو مجھ پر ایک وحشت ظاہر ہوتی ہے، میں اپنے جی میں کہتا ہوں میں کہاں آپڑا ! ترجمہ فوائد الفؤاد: جلد سوم (صفحہ 205)

خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی ثم دہلوی قرآن وحدیث کے عالم تھے مگر جب اس کوچۂ طریقت میں قدم رکھا تو اس علم سے وحشت ہونے لگی۔ سچ ہے قرآن وحدیث کے دین اور طریقت کے دین میں سفیدی اور سیاہی کا فرق اور صبح وشام کا تباین ہے۔ اس حقیقت کے باوجود ظلم دیکھیے کہ کہا جاتا ہے کہ اس برصغیر ہندو پاکستان میں اسلام ان ''حضرات'' کے ذریعے پہنچا ہے۔ کیا خوب!

یہ ہیں مشہور ''بزرگان چشت'' کے حالات جو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ یہ سارے کے سارے ''حضرات''، **دین اتحاد** کے پیروکار ہی نہیں بلکہ اُس کے علمبردار تھے اور انہوں نے اپنی مسلسل کوششوں سے وہ حالات پیدا کر دیے کہ کسی شخص کا اس دین طریقت کے اثرات سے بچ نکلنا ممکن نہ رہا۔ آج جو عرسوں، میلوں، نذو نیازوں، سجدہ ہائے تعظیمی، علم اور تعزیوں، قبروں اور آستانوں، مراقبوں اور مشاہدوں والا دین اس ملک میں رائج ہے، اُس میں ان ''حضرات'' کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ بہر حال، جو ہونا تھا ہو چکا، اب اصلاح حال کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ دنیا کو پوری طرح کھول کر بتایا جائے کہ اس دین طریقت اور اصل دین اسلام میں جو قرآن وحدیث کے اندر ہے، کیا فرق ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو تیار کر کے جمع کیا جائے جو قرآن وحدیث کے دین خالص کے ماننے والے بن کر اٹھیں اور اس دین اتحاد کی دھجیاں اڑا دیں۔ پھر کہیں اللہ کی وہ رحمت متوجہ ہوگی جس نے صدیوں سے منہ پھیر لیا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ راستہ سخت کٹھن اور انتہائی جرأت آزما راستہ ہے لیکن اس سے مفر نہیں۔ آج بھی اگر یہ کام نہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی جواب بن نہ پڑے گا۔ غضب ہے کہ ہر حق، ناحق بنا ڈالا گیا اور ہر ناحق اُبھرا اور چھا گیا! حرام حلال ہو گیا، اور حلال پر قدغنیں لگا دی گئیں!

قرآن کی تنزیل کا مطالعہ کیجیے تو نظر آئے گا کہ ہمیشہ اصلاح کے لیے پہلا قدم یہی رہا ہے کہ باطل عقائد پر سب سے پہلے ضرب لگائی جائے اور پوری طرح سے اُن کا پول کھول ڈالا جائے۔ تیرہ ۱۳ سال کی مکی زندگی میں مشرکین عرب کا کوئی باطل عقیدہ ایسا نہ تھا جس سے تعرض نہ کیا گیا ہو۔ ایسے ہر ہر عقیدے کی سفاہت، اس کا فساد، واضح کر کے اس کی جگہ پر عقیدۂ حق کی برکتوں سے

روشناس کروایا گیا۔ اور جب ہجرت کے بعد مدینہ میں اہل کتاب سے سابقہ پیش آیا تو سورۃ البقرہ، آل عمران، النسآء، المائدہ کے ذریعہ اہل کتاب کے عقائد کا تیا پانچا کر ڈالا گیا۔ آج بھی یہی کام ہونا چاہیے۔ یہ ''اتحاد ثلاثہ'' اگر پارہ پارہ نہ کیا گیا تو یہ موجودہ بے آبروئی نہ جائے گی اور انجام کار جہنم کی آگ سے بچنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ اس لیے وقت آ گیا ہے کہ کھول کر بے دھڑک اعلان کیا جائے کہ یہ ''دین اتحاد'' توحید قرآنی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا ہے اور آج تک کوئی صوفی ایسا نہیں گزرا جو ''اتحادی'' نہ ہو۔ یہ وہ دین ہے جس نے شرک و بدعت کو سند جواز دی ہے، طبیب کا رُوپ دھار کر بیمار کو اپنے ہاتھ سے زہر پلایا ہے، گمراہی کو خوش نما بنانے کے لیے اصطلاحات کا ایک جنگل تیار کیا ہے اور خالق ومخلوق، عبد و معبود کو ایک دوسرے میں سمو کر بے حساب ایسی ''مرکب ذاتیں'' پیدا کی ہیں جنہوں نے اپنی اپنی گدی سنبھالی ہے اور پھر یہ ''خدائی میراث'' باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہی ہے...... ان کی محفلوں میں قرآن وحدیث کے بجائے کشف وکرامات، مراقبہ ومشاہدہ، وصل وہجر، صحو وسکر کی آوازیں گونجتی رہی ہیں اور اگر کبھی انہوں نے قرآن وحدیث کا نام لیا بھی ہے تو صرف اپنے دین اتحاد کی مخصوص اصلاحات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے! جیسے وحدت الوجود کے ثبوت کے لیے اُس حدیث قدسی کو استعمال کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کی سماعت وبصارت بن جاتا ہوں، اُس کے ہاتھ و پیر بن جاتا ہوں...... اور ایسا کرتے ہوئے حقیقت ومجاز کے سارے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اسی طرح جب اپنی اصطلاحات صحو وسکر کے ثابت کرنے کا موقع آیا تو یہود ونصاریٰ اور مشرکین ومنافقین کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کو سچا مان کر ان خود ساختہ اصطلاحات کا ثبوت بہم پہنچایا گیا! جیسے علی ہجویری المعروف بدا تا گنج بخش نے اپنی ''کشف المحجوب'' نامی کتاب میں داؤد علیہ السلام اور نبی ﷺ کی عصمتوں پر لگائے ہوئے جھوٹے الزمات کو جوں کا توں مان لیا اور اپنے زعم میں ثابت کر دکھایا کہ یہ سب صحو وسکر کی کرشمہ کاریاں تھیں!

بائبل میں، جو عیسائیوں اور یہودیوں کی کتاب مقدس مانی جاتی ہے، لکھا ہوا ہے (نقل کفر کفر نباشد) کہ داؤد علیہ السلام نے اوریاہ حتّی **(Uriah Hittite)** کی بیوی کو اپنے محل کی چھت پر سے برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ لیا اور اُس پر عاشق ہو گئے پھر اس کے ساتھ (معاذ اللہ) زنا کا ارتکاب کیا اور جب وہ حاملہ ہو گئی تو انہوں نے اوریاہ حتّی اُس کے شوہر کو بنی عمون کے مقابلہ پر جنگ میں بھیج دیا اور فوج

کے سالارِ اعلیٰ کو حکم دیا کہ اس کو ایسی جگہ مقرر کرے جہاں وہ زندہ نہ بچ سکے۔ اور جب وہ مارا گیا تو داؤد علیہ السلام نے اس کی بیوی سے باقاعدہ شادی کر لی۔ (بائبل: کتاب سموئیل دوم، باب 12,11)

معاذ اللہ! یہ جھوٹا الزام یہودیوں نے اپنے محسن پیغمبر داؤد علیہ السلام پر لگا کر اپنی کتاب مقدس میں قیامت تک کے لیے ثبت کر دیا ہے۔ اور وہ دوسرا الزام جو یہود مدینہ، منافقین اور مشرکین عرب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر لگایا وہ یہ تھا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں) جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کو برہنہ دیکھ لیا اور عاشق ہو گئے (نعوذ باللہ) پھر زید رضی اللہ عنہ سے طلاق دلوائی اور اپنے نکاح میں لے آئے............علی ہجویری صاحب نے کشف المحجوب کے اندر ان دونوں الزامات کو جو داؤد علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں اور منافقوں نے لگائے تھے، صحیح مان کر اپنے نظریہ صحو (ہوش مندی) اور سُکر (مدہوشی) کو ثابت کر دکھایا! ملاحظہ فرمایئے:

صُحو وسُکر کی جہنّم زاریاں

......تو جب فعل حق مضاف ہو بندہ کی طرف تو بندہ بخود قائم ہوتا ہے۔ اور جب بندہ کا فعل حق کی طرف مضاف ہو تو بندہ بحق قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ داؤد علیہ السلام کی نظرِ مبارک وہاں پڑی، جہاں پڑنی نہ چاہیئے تھی یعنی ایک عورت پر جو اوریا کی عورت تھی جسے دیکھا، وہ ان پر حرام تھی۔ اور جب بندہ بحق قائم ہو گیا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ نظر تو آپ کی بھی پڑی اس طرح زید کی بیوی پر۔ مگر وہ بیوی زید پر حرام ہو گئی۔ اس لیے کہ وہ نظر جو داؤد علیہ السلام کی تھی وہ محل صحو میں تھی اور یہ نظر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یہ محل سکر میں تھی۔

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب (صفحہ 349)

کوئی تو بتائے کہ آخر یہ سب کچھ ہے کیا؟ کیا انبیاء علیہم السلام کی ذاتیں بھی معصوم نہ رہیں گی؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''ان حضرات'' ہی کے ذریعے تو اس برصغیر میں دین پھیلا ہے۔ ہاں دین تو ضرور پھیلا مگر وہ قرآنی دین نہیں جو نبی ﷺ لائے تھے بلکہ وہ ''اتحادی دین'' جس نے اللہ کی اس زمین پر ہزاروں اور لاکھوں ''مرکب ذاتیں''، اقدارِ مشترکہ کی شکل میں پیدا کر ڈالیں، جو کبھی عروج کر کے ''الہٰ'' بنیں، اور کبھی بندہ کے مقام تک نزول فرما کر بندگی کرنے لگیں! قرآن اور حدیث کے علم کو اگر وہ آگے لے کر چلے ہیں تو اس لیے کہ دینِ حق کو تفسیر اور تشریح کے ذریعہ ''دینِ اتحاد'' ثابت کر دکھائیں۔ اور آج اُسی ''اتحادی دین'' کی دھوم مچی ہوئی ہے!

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کتنے ''حضرات'' ایسے ہیں جنھوں نے اللہ کے دین کی مدافعت کی ہے اور اس سلسلہ میں بادشاہانِ وقت سے ٹکر لی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ بادشاہانِ وقت سے تصادم ہوا ہے مگر دین اللہ کی مدافعت کے بجائے اپنی قدرِ مشترک کے دفاع کے لیے یہ پاپڑ بیلے گئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے توحیدی دین پر یقین ہی نہیں رکھتے، وہ اس کے لیے سردھڑ کی بازی کیا لگائیں گے!

اتحادی دین کی ایجاد کے بعد اس کے دباؤ کا یہ حال رہا ہے کہ گزشتہ صدیوں میں بہت کم ایسے علم والے ملیں گے جو پوری طرح قرآنی توحید کی ترجمانی کر پائے ہوں۔ رہا یہ برصغیر تو یہاں ایک بھی ایسا عالم نہیں گزرا ہے جو اس اتحادی فلسفہ سے متاثر نہ رہا ہو۔ اسی لیے اس ملک میں جو گروہ کم سے کم عقیدہ کے فساد میں مبتلا ہے، اس میں بھی اتحادی فلسفہ کی وجہ سے عقیدہ کی دو صریح خرابیاں موجود ہیں: ہر چند کہ اس گروہ نے دوسری ساری شریک ٹھہرائی جانے والی ہستیوں سے پیچھا تو چھڑا لیا مگر نبی ﷺ کے متعلق یہی عقیدہ رکھا کہ وہ وفات کے بعد بھی قبر میں زندہ ہیں اور اگر کوئی وہاں پہنچ کر درود و سلام پڑھے تو سنتے ہیں۔ اور اس کے لیے انہوں نے اُس جھوٹی اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایت کو دلیل بنایا جس میں محمد بن مروان سُدی صغیر سائب الکلبی موجود ہے جس کو سارے محدثین نے **کذاب** (بہت جھوٹا) اور **وضاع** (حدیثیں گھڑنے والا) کہا ہے، اور امام عقیلی نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ **لا اصل له** ۔ اور دوسرا فاسد عقیدہ اس گروہ کا یہ ہے کہ کچھ خاص ملائکہ اس کام کے لیے مقرر ہیں کہ لوگوں کے پڑھے ہوئے درود و سلام نبی ﷺ تک

براہ راست پہنچائیں۔ ان کے اس عقیدے کی دلیل وہ روایت ہے جس کا اصل راوی ''زاذان'' رافضی ہے اور جس نے اپنے اس فاسد عقیدے کو کہ رافضی مومنین کے اعمال اُن کے بارہ ائمہ معصومین کے حضور میں پیش کیے جاتے ہیں، اس روایت کے ذریعہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس طرح سے وہ دو فاسد عقیدے جو نبی ﷺ کو ''خدائی صفات'' کا حامل قرار دیتے ہیں، اس ملک کے سب سے بہتر عقیدے رکھنے والے گروہ میں بھی موجود ہیں۔ پہلا عقیدہ نبی ﷺ کو الحی قرار دیتا اور بتاتا ہے کہ آپ کو موت نہیں آئی اور اس طرح قرآن اور حدیث کی اُن ساری نصوص کی نفی کرتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا کہ آپ کے لیے بھی موت ہے اور وفات پا جانے کے بعد کسی کے لیے سُننا ممکن نہیں اور یہ بات کہ

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المومنون:۱۰۰)

''اور مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک''

اور موت آ جانے کے بعد قیامت کے دن ہی پھر زندہ ہو کر اُٹھنا ہوگا:

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (المومنون:۱۶)

''(مرنے کے بعد) پھر تم لوگ قیامت ہی کے دن دوبارہ زندہ اٹھائے جاؤ گے''

رہا عرض اعمالِ درود وسلام کا عقیدہ تو یہ بعض اعمال میں نبی ﷺ کا ذات الٰہی سے اشتراک اور ذات الٰہی کی جُزوی معطّلی کی غمازی کرتے ہوئے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ☆ کا انکاری ہے۔

یہ بات حق ہے کہ اس ملک کی دینی تاریخ مکمل نہ ہوگی جب تک عبدالحق ''محدث'' دہلوی صاحب کا معاملہ بھی سامنے نہ آ جائے کیونکہ آپ ہی حدیثوں کی مشہور کتاب **مشکوٰۃ** کے شارح ہیں اور آپ نے اس دین اتحاد کو اپنی تحریروں کے ذریعہ بے انتہا تقویت پہنچائی ہے۔ آپ کی مشہور تصنیف ''مدارج النبوۃ'' کے مقدمہ کا پہلا صفحہ کھولتے ہی نظر آتا ہے:

> **حضورؐ کی شانِ اوّلیت:** اب رہا یہ امر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم صفت ''اوّل'' کیسے ہے؟ تو یہ اوّلیت اسی بنا پر ہے کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اوّل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا (۲) یہ کہ آپ مرتبہ نبوت میں

☆ ''اس (اللہ) کی کوئی مثل نہیں۔'' (شوریٰ:۱۱)

بھی اوّل ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے)۔

خودنوشت مقدمہ مدارج النبوۃ مصنفہ عبدالحق ''محدث'' دہلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

یہاں بھی وہی اتحادی فلسفہ کام کر رہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے دو موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل کہنا یہ ہے کہ نبی ﷺ نور کے ہیں اور آپ کا یہ نور ''ذات خداوندی'' کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور آپ کے ہم عصر ''مجدد الف ثانی'' کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس طرح سے سب سے پہلے نبی ﷺ کا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ثابت کر کے اُمتیوں کے لیے اس راہ کو کھول دیا گیا۔ حالانکہ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ ﷺ اولادِ آدم میں سے ہیں اور جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں پھونک ماری گئی تو اس وقت فرشتے اور ابلیس سب موجود تھے۔ اور اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ صفت علم میں آپ ﷺ کو اللہ کے برابر کا شریک ٹھہرا دیا گیا! ملاحظہ ہو:

ہر شئی کے جاننے والے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد بلاشبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کیونکہ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (ہر صاحب علم کے اُوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوٰتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّحِیَّاتِ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔

خودنوشت مقدمہ مدارج النبوۃ

اب کوئی چیختا رہے کہ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ قرآن تو نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ میرے پاس غیب کا علم نہیں (الانعام:۵۰) اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں خیر کی کثرت کر لیتا اور مجھے کسی برائی سے سابقہ پیش نہ آتا (لیکن) میں عالم الغیب نہیں ہوں، بلکہ صرف نذیر و بشیر ہوں۔ (الاعراف: ۱۸۸)

اتحاد کی یہ راہ کتنی حسین راہ ہے! ایک بار اسے ہموار کر لیا جائے، پھر ''اُلوہیت'' کا تخت اپنا ہے، علم واقتدار، تصرف واختیار، سب اپنے قبضہ میں! اب دیکھیے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کو کس طرح شیخ عبدالحق ''محدث'' دہلوی نے ''اخبار الاخیار'' نامی کتاب لکھ کر ''اتحاد'' کی انتہاء تک پہنچا دیا ہے:

نقل ست کہ چون وی متولد شد در نہار رمضان از پستان مادر شیر نمی خورد و در مردم شہرت گردید کہ در خانہ بعضے از اشراف پسری متولد شدہ است کہ در روز رمضان شیر نمی خورد

اخبار الاخیار فارسی مصنفہ عبدالحق ''محدث'' دہلوی مطبوعہ مجتبائی، دہلی (صفحہ 16)

روایت ہے کہ آپ پیدائش کے بعد رمضان میں دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ حتیٰ کہ سب میں مشہور ہو گیا کہ بعض اشراف کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دُودھ نہیں پیتا۔

ترجمہ اخبار الاخیار: مترجم سبحان محمود صاحب استاذ الحدیث، دار العلوم کراچی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی (صفحہ 43)

یہ تو تھی شیر خوارگی کے زمانے میں آپ کی کیفیت! جب آپ (عبدالقادر جیلانی) کچھ بڑے ہوئے تو:

نقل ست کہ از آنحضرت پرسیدند از کجا باز شناختی تو خود را کہ ولی خدائی فرمود کہ دہ سالہ بودم کہ از خانہ بسوئ مکتب می برآمدم و در راہ فرشتگان می دیدم کہ گرداگرد من میرفتند و چون بمکتب میرسیدم می شنیدم کہ صبیان را می گفتند فراخ کنید جائ را بر ولی خدا

اخبار الاخیار فارسی (صفحہ 16)

منقول ہے کہ لوگوں نے آپ سے (شیخ عبدالقادر جیلانی سے) دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ فرمایا کہ دس سال کی عمر تھی جب میں مدرسہ جاتا تو راستہ میں فرشتوں کو اپنے گرد چلتے ہوئے دیکھتا اور جب مکتب میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو! اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 43)

اور بڑے ہو کر جب وعظ فرمانے لگے تو تصرفات کا یہ عالم ہو گیا:

نقل ست از مشائخ کہ ہرگاہ کہ شیخ محی الدین عبدالقادر بکرسی برمی آید و می گوید الحمدللہ خاموش می گردد ہر ولی خدائے کہ برروئے زمین ست حاضراً و غائباً و ازین جہت ست کہ این کلمہ را مکرر می گوید درمیان آن ساکت می گردد و اولیاء و ملائکہ

اژدحام می کنند در مجلس او وآنہا کہ در مجلس او حاضر شوند وشمارند بیشتر انداز آنہا کہ بنمایند یکی

اخبارالاخیار فارسی (صفحہ 13,12)

شرکائے وعظ : مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جیلانیؒ جب وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب وحاضر ولی خاموش ہو جاتا اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے ، بس اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہو جاتا ، جتنے لوگ آپکی مجلس میں نظر آتے اُن سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔

ترجمہ اخبارالاخیار (صفحہ 38)

منبر پر بیٹھ کر ایک مرتبہ الحمد للہ کا کہنا اور روئے زمین کے ہر غائب وحاضر ولی کا خاموش ہو جانا ، کیا کسی انسان کے بس کی بات ہوسکتی ہے ! اور پھر ذرا ان مجالس میں تمام زندہ اور مردہ اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی حاضری کا نظارہ کیجیے :

وفرمودہ اند کہ جمیع اولیاء وانبیاء احیاء باجساد واموات بارواح وجن وملائکہ در مجلس او حاضر می شدند وحضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نیز از برائ تربیت وتائید تجلی می فرمودند وخضر علیہ السلام اکثر اوقات از حاضران مجلس شریف می بود واز مشائخ عصر ہر کرا ملاقات می کرد وصیت می نمود بملازمت مجلس شریف او ومی فرمود من اراد الفلاح فعلیه بملازمة ہذالمجلس

اخبارالاخیار فارسی (صفحہ 13)

مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام اولیاء وانبیاءؑ جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے ، اسی طرح آپ کی تربیت وتائید کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تجلی فرماتے تھے ، علی ہذا اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اُسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے۔

ترجمہ اخبارالاخیار (صفحہ 39)

سارے زندہ اور مُردہ اولیاء اللہ و انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کا ''حضرت'' کی مجلس میں حاضر ہونا عجیب بات سہی، مگر ایک ''محدث'' کو جھٹلانا بھی تو آسان نہیں ہے۔☆

''حضرت عبدالقادر جیلانی صاحب'' کا اپنی صفات پر سے پردہ اٹھانا

منم کہ تیغ من مشہور ست وقوس من موتور و تیر من رسندہ و نیزۂ من بیخطا ست واسپ من بی زین ست من آتش سوزان آلہی ام من سلب کنندہ احوال من دریائ بی کرانم من رہنمای وقتم من سخن کنندہ در غیر خودم وقتے دیگر در حالت بود ومیفرمود منم محفوظ ومنم ملحوظ ای روزہ داران ای شب بیداران ای کوہ نشینان پست باد کوہہائ شما ای صومعہ نشینان منہدم باد صومعہ شما پیش آئید امر خدای را امر ما از خدا ست ای راہ روان ای ابدال ای اوتاد ای پہلوانان ای طفلان بیائید دیگر ید فیض را از دریائے کہ کران ندارد بعزت پروردگار کہ نیکبختان و بدبختان ہمہ عرض کردہ می شوند بر من ونظر من در لوح محفوظ ست منم غواص دریائ علم ومشاہدہ آلہی من حجۃ خداوندم بر تمامہ شما ونائب رسول اللہ ووارث اویم در زمین ونیز فرمودہ است آدمیان را مشائخ اند وپریان را مشائخ فرشتگان را مشائخ ومن شیخ ہمہ ام

اخبار الاخیار فارسی (صفحہ 15,14)

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانہ پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ، حال واحوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنیوالا ہوں، ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں، حکم خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف

☆ مترجم نے عبارت کے آخری حصے کا ترجمہ بمطابق اصل نہیں کیا، ورنہ شرکت پر جو زور فارسی عبارت میں ہے وہ ترجمے میں نہیں۔ اوران کی وصیت کے عربی الفاظ کا تو سرے سے ترجمہ ہی نہیں کیا گیا جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''خضر علیہ السلام فرماتے کہ جو بھی فلاح چاہتا ہے، اس پر لازم ہے کہ اس مجلس میں شرکت کرے۔''

سے ہے؛ اے رہروان منزل، اے ابدال، اے اقطاب واوتاد، اے پہلوانو، اور اے جوانو، آؤ اور دریائے بیکران سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کئے گئے اور میری نظر لوح محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم و مشاہدۂ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت، رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وراث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 41)

شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بغوث الاعظم کا دوسرا ارشاد

و پروردگار من عزوجل بفضل خود وعدہ کردہ است مرا کہ اصحاب مرا واہل مذہب و تابعان طریق مرا و ہر کہ محبّ من بود در بہشت در آدونیز فرمودہ است البیضة منا بالف والفرخ لایقوم یعنی بیضہ از ما بہزار ارزدوہ چوچہ راخود قیمت نتوان کرد و نیز فرمودہ است حق سبحانہ وتعالے مرا سجلی نوشتہ داد کہ در وی نامہائے اصحاب من و مریدان من کہ تا روز قیامت باشند ثبت ست و گفت عزوجل کہ این ہمہ را بتو بخشیدم واز مالک کہ خازن آتش دوزخ ست پرسیدم کہ نزد تو ہیچ کسے از اصحاب من ہست گفت لا بعزت پروردگار کہ دست حمایت من برمریدان من مثل آسمان ست برزمین اگر مرید من جید نیست من خود جیدم بعزت پرودگار وجلال او کہ از پیش او عزوجل نردم تا مرا با اصحاب من بہشت نبرد اگر مرید من در مشرق بود و پردۂ عفت او برافتد و من در مغرب ہر آئینہ بپوشم پردہ اورا

اخبار الاخیار فارسی (صفحہ 16)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائیگا، نیز آپ نے فرمایا کہ ہم میں کا ایک انڈا ہزار میں ارزاں اور چوزہ کی قمیت تو لگائی نہیں جاسکتی نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لکھا ہوا دفتر دیا جس میں قیامت تک آنیوالے میرے احباب اور مریدوں کے نام درج تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تیری وجہ سے بخشدیا، آپؒ نے فرمایا کہ

میں نے داروغہ جہنم سے جن کا نام مالک ہے دریافت کیا میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے، جواب دیا عزت پروردگار کی قسم کوئی بھی نہیں، دیکھو میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر، اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا، اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردۂ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا،

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 49)

آپ کا تیسرا ارشاد

نقل ست کہ آنحضرت فرمود در زمان حسین بن منصور حلاج کسے نبود کہ او را دستگیری کند و از لغزشے کہ او را شدہ بود باز دارد و اگر من در زمان اومی بودم او را دستگیری می کردم تا کار او بایجانمی کشید و من دستگیری می کنم ہر کرا از مریدان من مرکب بلغزد و از پائے در آید تا روز قیامت و فرمود مرا در ہر طویلہ فحلی ست کہ مقاومت کردہ نشود و خیلے ست کہ مسابقت کردہ نشود و مرا در ہر لشکر سلطانی ست کہ مخالفت کردہ نشود و در ہر منصب خلیفہ ایست کہ عزل کردہ نشود و فرمود ہر گاہ از خدا چیزے خواہید بوسیلۂ من خواہید تا خواہش شما باجابت رسد و فرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربتی کشف کردہ شود آن کربت ازو ہر کہ منادی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آن شدت ازو ہر کہ توسل کند بمن بسوی خدا در حاجتے قضا کردہ شود آن حاجت مر اورا و فرمود کسیکہ دو رکعت نماز بگذارد و بخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازان درود بفرستد بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بعد از سلام و بخواند آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بعد ازان یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا گیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آن حاجت او قضا گرداند بمنہ و کرمہ

اخبار الاخیار فارسی (صفحہ 20,19)

روایت حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاّج کے زمانہ میں کوئی اُن کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں وہ مبتلا ہوئے اُس سے کوئی بچانے

والانہیں تھا، اگر میں اُن کے زمانے میں ہوتا تو اُن کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، قیامت تک میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگرچہ وہ سواری سے گرے، اور فرمایا کہ ہر طویلہ میں میرا ایک ناقابل مقابلہ سانڈ، ایک ناقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے، اور فرمایا کہ ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جاسکتا، فرمایا کہ جب بھی اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تاکہ مراد پوری ہو، اور فرمایا جو کسی مصیبت میں میرے وسیلہ سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دُور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر پکارے اُسے کشادگی حاصل ہو، اور جو میرے وسیلہ سے اللہ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں

آپ نے فرمایا کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور میرا نام لیکر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت برآری کرے (ایک روایت میں ہے کہ گیارہ قدم عراق کیجانب چلکر میرا نام لیکر دعا مانگے، لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے)۔

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 50,49)

دیکھا آپ نے کہ صرف آخری روایت ثابت نہیں ہے، ☆ باقی سب کچھ ثابت ہے!

مرض الموت میں ''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی'' کا ارشاد

نقل ست کہ آنحضرت درمرض موت می فرمود نسبتی نیست میان من وشما و میان من وخلق تفاوت آسمان و زمین ست قیاس نکنید مرا بکسی و کسی را بمن و فرمود من از ورائے امور خلقم و من ورای عقول ایشانم یا اہل الارض شرقاً و غرباً یا اہل السماء حق تعالیٰ فرمودہ است وَاَعلَمُ مَالَا تَعلَمُونَ من از انہاام کہ مرخدا میداند و شما نمیدانید گفتہ می شود مرا در شب و روز ہفتاد بار وانا اخترتک ولتصنع علی عینی گفتہ می شود مرا یا عبدالقادر بحقی کہ مرا باتست تکلم کن تا شنیدہ شود از تو گفتہ می شود مرا یا عبدالقادر بحقی کہ مرا باتست بخور و بنوش

☆ یہ مترجم کا تصرف ہے ورنہ اصل کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں بتائی گئی بلکہ وہاں تو خود ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وبگوایمن ساختم ترا از ردسوگند بخدای عزوجل نکردم و نگفتم چیزی را تا مامور نشدم
بدان وفرمود وقتے کہ تکلم بکنم من بکلامی برشما باد کہ تصدیق کنید آنرا کہ تکلم من ناشی
ازیقینی ست کہ شک رادروی مجال نسیت گویا گردانیدہ می شوم پس می گویم ودادہ می
شوم پس می بخشم وامر کردہ می شوم پس می کنم وعہدہ برکسی است کہ مراامر کردہ است
والدیۃ علی العاقلۃ تکذیب شما مرا زہر قاتل ست مردین شمارا وسبب
زوال دنیا وآخرت شما ست اَنَا سَیَّاف انا قتال ویحذرکم اللہ نفسہ
اگرنمی بود لگام شریعت برزبان من ہر آئینہ خبرمی کردم شمارا بانچہ میخورید ومی نہید
درخانہای خود من میدانم انچہ درظاہر وباطن شما ست وشما دررنگ شیشہا ئید درنظر من

اخبار الاخیار فارسی (صفحہ 15)

روایت ہے کہ حضرت شیخ جیلانی ؒ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ
میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین
وآسمان کا سا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری
تخلیق تمام اُمور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین
کے مشرق اور مغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے
وَاَعلَمُ مَالَا تَعلَمُونَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں اُن
میں سے ہوں جنھیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار
کہا جاتا ہے اَنَا اختَرُتُکَ وَلِتُصنَعُ عَلٰی عَینِی (یعنی میں نے
تجھے پسند کرلیاء اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا
جاتا ہے کہ اے عبدالقادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو
کرتا کہ سُنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی
قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے
مامون بنادیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔
آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق
ضروری ہے کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں،
گویا جب مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو بخشش

کر دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کر لیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) الدیۃ علی العاقلۃ (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری تکذیب تمہارے لئے زہر قاتل ہے دین کے لئے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے میں تلوار باز اور قاتل ہوں اور اللہ تمہیں ڈراتا ہے اگر شریعت نے میرے منہ میں میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہو کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 42)

یہ تو شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کے ارشادات اپنے متعلق تھے، اب شیخ عبدالحق ''محدث'' دہلوی صاحب کا فیصلہ سُنیے :

غرض کہ آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف وانقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفاء، طےّ زمان ومکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کر دینا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپکے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں اور مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔ مشائخ نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

ترجمہ اخبار الاخیار (صفحہ 45)

دیکھا آپ نے کہ عبد و معبود، خالق و مخلوق کے اتحاد نے کیسی کیسی ہستیوں کو جنم دیا ہے!

بہر حال ہر قصہ میں ایک ہی رنگینی اور ہر ساز میں ایک ہی آواز ہے۔ اب بھی اگر کسی کا کہنا یہ ہے کہ شریعت وطریقت دونوں ایک ہیں تو عقل وخرد کے ماتم کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہر چیز سامنے ہے اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شریعت کا حق دینِ طریقت کا باطل ہے، اِس کا حرام اُس کا حلال ہے، ان دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور یہ دو ایسے کنارے ہیں کہ ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکتے، ایک کی زندگی دوسرے کی موت ہے............

آج ہر طرف یہی آوازیں آ رہی ہیں کہ مسلمانوں کو جمع کرو، مسلمانوں کو جمع کرو۔ سوال یہ ہے کہ آخر ان کو کس چیز پر جمع کیا جائے؟ اگر موجودہ دین پر، جو ''اتحادی دین'' ہے، تو اس اجتماع سے فائدہ؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوگی بلکہ ہر آن اس پر عذاب کے ڈونگرے برستے رہیں گے۔ ہاں اگر اس موجودہ دین سے برأت کا اعلان کر کے خالص قرآن وسنت کا قصد کیا جائے تو یہ اجتماع مبارک اور صحیح معنوں میں ''حبل اللہ'' کو مضبوطی کے ساتھ مل کر پکڑنا ہوگا۔ اس اجتماع سے مالک حقیقی کا وعدہ ہے کہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران:۱۳۹) تم ہی سر بلند، تم ہی کامگار ہوگے، تم ہی (دنیا اور آخرت کے) تاجدار ہوگے، اگر تم مومن بن جاؤ، اس زمین کی خلافت تمہارے ہاتھوں میں ہوگی، اور امن وسلامتی تمہارے قدم چُومے گی۔

رہے ہم، تو ہماری ساری دوڑ دُھوپ انشاء اللہ اسی مقصد کے لیے وقف ہے اور وقف رہے گی۔ اب کوئی بُرا مانے، چراغ پا ہو، گالیاں دے، جان ومال کا دشمن بن جائے تو یہ چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ کل مالک کے دربار میں ہماری نجات کا کیا بنے گا؟ اس لیے ہم فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ☆ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ آسمان وزمین کا اکیلا مالک ہماری کفایت کے لیے بس ہے۔

ابھی ایک آخری بات تو باقی ہے یعنی یہ فریاد کہ لوگو! اگر اللہ کا دین توحید تمہارے دل کو اپیل نہیں کرتا تو کم از کم اس ''دین اتحاد'' کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھتے مگر تم نے یہ کیا غضب کیا کہ صدیوں سے اس کی تبلیغ وترویج کے لیے خانقاہیں بنا رہے ہو، مدرسے قائم کر رہے ہو......تم نے اپنی متحرک خانقاہیں دنیا کے کونے کونے میں بھیج رکھی ہیں جو تمہارے ''دینِ اتحاد'' کا پرچار کرتی ہیں؛ تمہارے اخبار، تمہاری کتابیں، تمہارے رسالے، اسی ایک بات کو پھیلا کر مالک کائنات کے تحمل کو

☆ ''جس بات کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، وہ تم (انہیں) کھول کر سنا دو۔'' (الحجر:۹۴)

آزمارہے ہیں۔ لِلّٰہ اس کھیل کو اب تو ختم کردو، بہت ہو چکا۔ کیا کہا؟ یہ بات غلط ہے! تمہیں یقین نہیں آتا۔ اچھا ٹھہرو، اور خود نظارہ کرو:

شیخ عبدالحق ''محدّث'' دہلوی کے خیالات وافکار گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں، اب دارالعلوم دیوبند کے اپنے ''ماہنامہ دارالعلوم'' کے کارنامے ملاحظہ فرمایئے:

بزغالہ زندہ شد! شاہ عبداللہ قریشی جن کا تعارف شیخ محدث نے کراتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ازاولادِ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا است'' انہیں شاہ عبداللہ کے آباء واجداد ملتان سے دہلی آگئے تھے، بے مثل علوم وفنون کے ساتھ سلوک واحسان کے مراحل بھی طے کئے تھے اور اس راستہ میں محنت وریاضت سے وہ مقام حاصل کیا کہ خود ہی سنگِ میل بن گئے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ مردانِ حق ریاضت ومجاہدہ سے ایسی قوتیں وملکات بھی حاصل کرلیتے ہیں جو خُداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں حالانکہ مؤثرِ حقیقی اُس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ ورنہ بشریت کے ارتقائی حدود سے یہ چیزیں باہر ہیں۔ انہیں شاہ عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ''ایک روز جذب کے عالم میں بکری کے بچے کو زمین پر پٹک کر شاہ عبداللہ نے دے مارا بکری کے بچے کی بساط ہی کیا وہیں ڈھیر ہوگیا، لوگوں میں اس کا چرچا ہوا اور معترضین وبداندیش لوگوں کی زبان طعن وتشنیع دراز ہوگئی کہ شاہ عبداللہ نے یہ کیا غضب کیا۔ عوام الناس کے انہیں بے ہودہ دل خراش طعنوں سے تنگ آکر لکھا ہے کہ شاہ عبداللہ مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس آکر بولے ''اُٹھ اللہ کے بندوں کو کیوں بدنام کرتا ہے؟'' یہ کہتے ہوئے اپنا پاؤں بھی اُس کے جسم سے مس کیا، اتنا کہنا تھا کہ قدرت الٰہی سے بکری کا بچہ زندہ ہوگیا'' (اخبارالاخیار: صفحہ ۲۰۲)

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۵۸ء نگران اعلیٰ قاری محمد طیب، مدیر ابن الانور سید محمد ازہر شاہ میر (صفحہ 32)

یہ درالعلوم دیوبند جیسی دینی درس گاہ کا رسالہ ہے اور خود ان لوگوں کے کہنے کے بموجب نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس مدرسے کی داغ بیل ڈالی تھی اور کبھی کبھی آپ ﷺ وہاں حساب وکتاب کی جانچ پڑتال کے لیے اپنے خلفاء کو ساتھ لے کر آیا بھی کرتے تھے اور میل جول بڑھ جانے کی وجہ

سے آپ ﷺ اردو زبان بولنا بھی سیکھ گئے تھے...... ایسے رسالے میں یہ لکھنا کہ

"مردان حق ریاضت و مجاہدہ سے ایسی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں جو خداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں، حالانکہ مؤثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے"

ایسی بات ہے کہ جس پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔ اور ہوشیاری تو دیکھیے کہ لکھتے ہیں:

"حالانکہ مؤثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے"

یعنی ایک طرف اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ میری قدرتوں اور میری صفات میں کسی کا کوئی حصہ نہیں، اور دوسری طرف ان "اقدار مشترکہ" کو وہ خود زندگی اور موت پر اختیار مرحمت فرما دیتا ہے!!! سبحان اللہ

ذرا اس واقعے کے اصل لکھنے والے صاحب پر نگاہ ڈالیے: یہ ہمارے اور آپ کے شیخ عبدالحق "محدث" دہلوی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں اِن "الوہیت کی حامل بزرگ ہستیوں" کا "ذکر خیر" کیا ہے۔ آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ ایک طرف قرآن وحدیث کا دین بندگی ہے اور دوسری طرف "فلسفۂ اتحاد" کا یہ "دینِ خدائی"۔ آخر یہ مخلوق کیا کرے؟ کیسے "دین خدائی" کو دین بندگی پر قربان کر دے؟

ایک اور مہربانی اس علمی درسگاہ کے ماہنامہ کی ملاحظہ فرمایئے: قرآن وحدیث کی تعلیم اس درسگاہ دیوبند کی تاسیس کی ایک غرض بیان کی جاتی ہے، مگر یہ رسالہ ایسے مضامین شائع کرتا ہے جو قرآن وحدیث کی کھلی توہین اور اُن کا ازکار رفتہ ہونا ثابت کرتے ہیں! آپ خود دیکھیے:

> **بچپن کی عبادتیں!**
>
> حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدس گنگوہیؒ اپنے وقت کے ممتاز بزرگ ہوئے ہیں، آپ کے جدامجد شیخ صفی الدین سید اشرف سمنانیؒ کے مرید تھے شیخ صاحب اپنے سوا ماہ کے فرزند کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے سید صاحبؒ نے بچے کو پیار کر کے فرمایا کہ یہ بھی مرید ہے اور اس کے صلب سے ایک قطب عالم پیدا ہوگا۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی روضہ شیخ کی جاروب کشی شروع کر دی، ایک روز بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے کہ اندر سے حق حق کی آواز آئی سُنتے ہی بے ہوش ہو گئے دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں کہ "علم ظاہری حجاب اکبر ہے" اب تو اصل کام میں مصروف ہو۔ پھر کیا تھا، لکھنا پڑھنا ترک کر کے عبادات ومجاہدات میں مصروف ہو گئے۔ پوری پوری راتیں عبادت میں بسر کر دیتے، غنودگی طاری ہوتی تو شیخ کو بیدار کرتے دیکھتے۔ کیوں نہو بچپن ہی سے اشتیاق غالب تھا۔ سب سے پہلے مسجد میں جا کر صف اوّل میں بیٹھ جاتے اور ہٹتے ہٹتے پیچھے آ جاتے اور نماز کے بعد نمازیوں کی جُوتیاں سیدھی کر کے رکھتے۔ (لطائف قدسی)

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۶۰ء (صفحہ 41)

دیکھا آپ نے کہ کس چابکدستی کے ساتھ قرآن وحدیث کے علم کو ''علم ظاہر'' کا نام دے کر ''حجاب اکبر'' ٹھہرادیا اور '' دین اتحاد'' کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوگئے! اور '' مولانا روم'' کے اس مصرع کی تشریح وترجمانی بھی فرمادی کہ ع استخواں پیش سگاں انداختیم

یعنی '' مغز'' ہم نے لے لیا ہے اور ''علم ظاہر'' کو ہڈیوں کی طرح کتوں کے آگے ڈال دیا ہے۔ اس طرح کتابی علم کے رد میں گویا '' مولانا روم'' کا ہی یہ شعر پڑھ دیا:

ے علم جوئی از کتبہا اے فسوس.........ذوق جوئی تو زحلوائے سُبوس

''تو کتابوں میں علم تلاش کرتا ہے! ہائے افسوس تو بھوسی کے حلوے سے مزہ چاہتا ہے''

اب انہی ''قطب عالم'' شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب کی قوّتِ تصرّف ملاحظہ فرمایئے:

ہندو جوگی سے مقابلہ!

جس وقت آپ تکمیل علوم باطنی کے بعد گنگوہ تشریف لائے ہیں اُس وقت یہاں ایک باکمال جوگی رہتا تھا، جس کی کٹی نہایت وسیع اور پرفضا تھی، آپ کو یہ جگہہ بہت پسند آئی اور قیام کی خواہش پیدا ہوئی۔ اندر جا کر چیلوں سے پوچھا کہ بتلایئے تو کہ آپ کے گروجی کہاں ہیں؟ بولے کہ وہ تو گپھا کے اندر گئے ہوئے ہیں، ایک سال گزر چکا ہے، ہوا کے لئے صرف ایک روزن ہے، کس کی مجال ہے جو آپ کے قریب جاسکے؟ آپ اُس روزن کے قریب ہی بیٹھ گئے مراقبہ جو کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حبس دم کئے ہوئے بیٹھا ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے، آخر آپ نے اس کی روح کو حرکت دی، ساتھ ہی وہ ہوشیار ہوگیا پوچھا تو کون ہے؟ اور اندر کس طرح آ گیا؟ فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُسی کی قدرت سے اس سوراخ کے ذریعہ اندر آ گیا ہوں مگر یہ تو بتا تو کس حد تک ترقی کر چکا ہے؟ بولا کافی ترقی کرلی ہے، جو صورت چاہوں اختیار کر سکتا ہوں۔ دیکھو ابھی پانی بنتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت پانی ہوگیا۔ آپ نے فوراً ہی اس پانی میں دھجّی تر کر کے رکھ لی اُس کے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ اب میں پانی ہوتا ہوں، تو اس میں ایک کپڑا تر کر کے رکھ لینا اس کے بعد یہ کپڑے سونگھے گئے، تو ایک میں بدبو تھی اور دوسرے میں خوشبو! ایک کی بدبو سے دماغ پریشان ہوا جاتا تھا اور دوسرے کی خوشبو سے معطر (اقتباس الانوار) بولا کہ میں تو اپنے فن وہنر میں کامل تھا ہی آپ بھی کامل نکلے صرف خوشبو اور بدبو کا فرق رہا۔ فرمایا کہ یہ کفر اسلام کا فرق ہے۔ چنانچہ وہ اُسی وقت مسلمان ہوگیا اور مرید ہو کر جلد تکمیل کرلی اس کے تمام چیلے بھی مسلمان ہوگئے اُس جوگی کو آپنے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں اور بھیجدیا حضرت کا روضہ اسی جگہ ہے، وصال کے بعد بھی قلب بدستور ذکر وحرکت میں مصروف تھا

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۶۰ء (صفحہ 42)

آپ کہیں گے کہ اس شعبدہ گری سے ایمان واسلام کا کیا واسطہ؟ تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عجلت فرمائی، یہ ایمان اور اسلام کا معاملہ ہے ہی نہیں، یہ تو ''خدائی'' کا مقابلہ ہے! آج تم جیتے کل میدان اُس کے ہاتھ رہا۔

یہاں پہنچ کر میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں بھی اس بات اعتراف کرتا ہوں اور آپ بھی اعتراف کریں کہ بنوری صاحب نے اس ''دینِ اتحاد'' کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک بھی بات اس پورے مضمون میں ایسی نہیں ہے جس میں انہوں نے اس دین کے جزئیات تک سے سرمو انحراف کیا ہو۔

آخر میں چاہتا ہوں کہ یہ بیان ''مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب'' کے اُس مضمون پر ختم ہو جو انہوں نے اپنے رسالہ ''البلاغ'' میں لکھا تھا تاکہ دُنیا کو معلوم ہو جائے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں جو اس ''دینِ خدائی'' کے دفاع میں کٹ مرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے:

> خود حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ جو رقم آپ کے پاس اپنی ذاتی صرفہ کی ہوتی اس کے تین حصے کرتے، ایک حصہ سب سے پہلے صدقہ ہو جاتا باقی میں سے پھر تین حصے کرتے اور اس میں ایک حصہ اپنے تصرّف میں لاتے تھے، باقی گھر بھیج دیتے اور یہ عمل کوئی مشکل نہیں ہے انسان اگر اپنی خواہشات کو کنٹرول کر کے اور حاجت ضرور یہ پوری کرنا شروع کرے تو بہت کچھ اس کا نفس اس کے قابو میں آسکتا ہے نفس کو قابو میں کرنا اور اسکو خدا کی اطاعت میں لگانا اور طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی گذارنا یہی کامیابی ہے دین اور دنیا دونوں جگہ کی۔ پھر ایسے لوگوں کو خدا کی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس کے رسولؐ خوش ہوتے ہیں ان کو رسول پاک کی زیارت نصیب ہوتی بلکہ حضورؐ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے حضور پاکؐ کے دربار میں جا کر اللہ والے سلام کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے اور اس قسم کے بیشتر واقعات ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں اسی قسم کا ایک واقعہ ہے کہ یمن کے ایک عالم تھے جو ہر سال حج بیت اللہ کو آتے اور ہر سال ایک قصیدہ لکھ کر لاتے اور حضور کے دربار میں کھڑے ہو کر سناتے اور یہی نہیں بلکہ قصیدہ میں حضور کے ساتھ حضرات شیخین کو یعنی حضرت ابو

بکر، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی خطاب فرماتے۔ اتفاق سے ایک شیعہ بھی وہاں موجود تھا اس کو یہ قصیدہ صحابہ کرام کی شان میں کب گوارا ہوتا ہے چنانچہ قصیدہ کے بعد وہ ان عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو دعوت کے بہانہ اپنے گھر لے گیا وہاں جا کر اس بے ہودہ نے ان کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ ان کی زبان کاٹ ڈالی کہ اب کیسے ذکر صحابہ کر سکے گا۔ وہ عالم مطلق پریشان نہ ہوئے بلکہ وہ کٹی ہوئی زبان کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں سے آگئے اور دربار پاک میں اسکو دکھایا منہ سے کچھ بول نہ سکتے تھے اسی حالت میں گھر واپس چلے گئے اللہ والوں کو ایسی حالت میں بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا چنانچہ نیند آگئی تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ سے ان کی زبان میں جوڑ دیا جب آنکھ کھلی تو دیکھا زبان بالکل صحیح سالم ہے۔ اور کوئی خراش تک نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ فصیح ہوگئی۔ ایک ملنے والے بزرگ کا ابھی حال ہی میں انتقال ہوا ہے وہ ملیر کالونی میں دفن ہیں۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا رات کا وقت تھا لوگ جا چکے تھے ایک افریقی شخص لمبا چغہ پہنے داخل ہوا اور دربار کے پاس آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ تو دربار کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام وہ بزرگ فرماتے ہیں خود میں نے اپنے کانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی۔

ایک اور بزرگ کا واقعہ ہے ان کے ایک مرید زیارت کو جا رہے تھے خود شیخ نہ جا سکے تو مرید سے فرمایا حضورؐ سے ہمارا سلام کہد ینا چنانچہ مرید جب دربار میں حاضر ہوئے تو اپنے پیر کا سلام پیش کیا۔ وہاں سے جواب ملا۔ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہد ینا۔ چنانچہ مرید جب واپس ہوئے تو پوچھا ہمارا سلام بھی کہا تھا۔ جواب دیا جی ہاں سلام پیش کر دیا تھا۔ اور حضور نے آپکو بھی سلام کہا ہے پیر صاحب نے فرمایا نہیں وہی الفاظ کہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے مرید نے کہا میں نے آپ کی تعظیم اور ادب کی وجہ سے وہ الفاظ نہیں کہے تھے لیکن آپ کو خود اسکا علم ہو گیا اب میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے فرمایا نہیں تم کہو میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں چنانچہ مرید نے کہا کہ یہ فرمایا ہے کہ اپنے بدعتی پیر کو بھی ہمارا سلام کہد ینا یہ سن کر شیخ کھڑے ہو کر ناچنے لگے اور فرمایا اس طنز میں

جو مزہ میں نے سنا وہ کوئی کیا جانے۔ یہاں پر ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ شیخ صاحب سماع یعنی قوالیاں سنتے تھے۔ چنانچہ قوالیاں سننا اگرچہ کہنے والا اور سننے والا دونوں باوضو ہوں یا باشرع ہوں اور عورت یا لڑکا نہ ہو اور رباب و چنگ مقصد نہ ہو اور حمد و نعت کا بیان ہو تو مباح ہیں لیکن بدعت اسوجہ سے فرمایا کہ اسکو عوام جس رنگ میں لیتے ہیں وہ کسی طرح جائز نہیں انمیں سے کسی چیز کا بھی اہتمام عام لوگ نہیں کرسکتے اس لئے ایسی چیز جسکا ہم پورے طور پر اہتمام نہ کرسکیں اس سے بچنا ہی اچھا ہے۔

ماہنامہ البلاغ، بابت صفر المظفر ۱۳۹۴ھ زیر سرپرستی ''مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب''
نام مضمون ''امن وسکون کا راستہ'' تحریر مفتی اعظم محمد شفیع (صفحہ 101,100)

محترمی! آپ نے مجھے تبصرہ کرنے کا حکم دیا تھا، میں اپنی سی کر دیکھی۔ ابتدا تو ہوگئی ہے باقی مضمون پر تبصرہ کسی دوسرے موقع پر پیش کروں گا۔ چاہے اور کچھ نہ ہوا ہو مگر یہ بات تو ہوئی کہ دونوں دین آپ کے سامنے آگئے ہیں۔ اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں گلے کا ہار بنائیں اور جس کو چاہیں پیروں کی بیڑیاں سمجھ کر کاٹ ڈالیں۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور...... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہمسفر بنیں؟

ضروری وضاحت

یہ اشاعت کمپیوٹر کمپوزنگ پر پیش کی جارہی ہے۔ پچھلی اشاعتوں میں اقتباسات کو اصل کتابوں سے فوٹو کرا کر شامل کیا گیا تھا جو کہیں کہیں سے مٹ جانے کے سبب پڑھنے میں دشوار معلوم ہوتے تھے۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس اشاعت میں ان اقتباسات کو بھی حتی المقدور اصل کے مطابق کمپوز کر دیا گیا ہے اور انہیں بمطابق اصل رکھنے میں ان کی کتابتی اغلاط کو برقرار رکھا گیا ہے۔ تاہم جو صاحبان اصل اقتباسات دیکھنے کے خواہشمند ہوں تو انہیں اصل کتابوں سے بھی دکھایا جاسکتا ہے۔ کتاب ھٰذا کے بعض الفاظ کو واوین کے ذریعے واضح کیا گیا ہے جنہیں طنزیہ طور پر لکھا گیا تھا۔ بعض مقامات پر حسب ضرورت ذیلی حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔